يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا
(اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو (الحجرات)
عباراتِ اکابر
امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَہْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (الآیۃ)

(یعنی) اللہ تعالیٰ بُری بات کے اظہار کو پسند نہیں کرتا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً (الحدیث) بخاری شریف ج۱ ص۳۲۳

بلاشبہ حق والے کے لئے (گرم) گفتگو کا حق حاصل ہے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب ۔ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

عباراتِ اکابر

پہلا حصہ

جس میں اُن بعض اصولی اور بنیادی عبارات کو پیش کر کے ان کے قدرے مفصل جوابات دیئے گئے ہیں جنکی وجہ سے مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی اور انکے متبعین حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ اور اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ دیوبندی اور بریلوی اختلاف اور نزاع کا لازمی انکو قرار دیتے ہیں اور ان پر بلاوجہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرامؑ اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اور توہین کا بے بنیاد الزام لگاتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور بعض پر ختم نبوۃ کے انکار کا باطل اور جھوٹا افترا باندھتے ہیں، خانصاحب نے ان اکابر کی عبارات میں قطع و برید کر کے اور اپنی طرف سے انکے معانی کشید کر کے علماء حرمین شریفین سے ان کی تکفیر بھی کرائی مگر بعد کو اس مکر و فریب کی قلعی المہند علی المفند کے ذریعہ کھول گئی۔ الغرض نہایت سلیس اور سہل طریقہ سے اس کتاب میں اصل حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

ابوالزاہد محمد سرفراز صفدر مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ۔

پندرھواں ایڈیشن .... نومبر ۲۰۱۰ء

نام کتاب .... عبارات اکابر

مؤلف .... حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ

تعداد .... (۱۱۰۰)

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

قیمت .... روپے (۱۱۰/-)

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
- ☆ کتب خانہ مجیدیہ ملتان
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ الاظہر بانو بازار رحیم یار خان
- ☆ مکتبہ المحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- ☆ مکتبہ عثمانیہ میاں والی روڈ تلہ گنگ
- ☆ مکتبہ حلیمیہ درہ پیزو لکی مروت
- ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
- ☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
- ☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال
- ☆ ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ اقبال بک سنٹر نزد صالح مسجد صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا کاکی ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد
- ☆ مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی
- ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ ظفر اسلامی کتب خانہ گکھڑ
- ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

☆ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

☆ کتب خانہ صفدریہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

۲ اپنے دور کے دو مظلوم عالم

ایک تو حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ تھے جنکا ذکر آ گیا ہے ۔ دوسرے حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادیؒ (المتوفی ۱۲۷۸ھ) تھے جو اپنے وقت کے متبحر عالم اور مشہور منطقی و معقولی تھے (ان دونوں کی آپس میں بعض مسائل پر علمی بحث بھی چلتی رہی) مولانا سرکار برطانیہ کے ملازم تھے (جنگ آزادی از مولانا محمد ایوب قادری ص۲۵۵ حاشیہ و ص۲۲۲) اسی طرح انکے والد بھائی اور چچا وغیرہ بھی انگریز کے ملازم تھے (ایضاً ص۲۲۳) اور یہ سب حضرات برطانیہ کے وفادار تھے ۔ نام کی مشارکت سے بلا وجہ مولانا خیرآبادیؒ گرفتار کیے گئے اور جزیرہ انڈمان پہنچا دیے گئے اور وہیں اسیری کے زمانہ میں انکا انتقال ہوا ۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ان دنوں اخبارات میں برطانیہ کے خلاف بغاوت کرنیوالوں میں مولانا سید فضل حق صاحب شاہجہانپوریؒ ثم رامپوری کا نام آتا رہا ۔ یہ بزرگ پہلے برطانیہ کی حکومت میں تحصیلداری کے عہدہ پر مقرر تھے پھر مجاہدین سے جا ملے اور جنگ آزادی میں مردانہ وار شرکت کی اور پھانسی کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے (تذکرہ کاملان رامپور ص۲۲۲) اس مرد مجاہد کے نام کے مغالطہ سے مولانا خیرآبادیؒ دھر لیے گئے ۔ چنانچہ مولانا خیرآبادیؒ نے نواب یوسف علی خان رئیس رامپور کو ایک خط لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ : فدوی را بعلت نوکری غلام بہادر خان و رفاقت باغیان بہ جرم [illegible] داری محمود افغان لشکر باغی ماخوذ کردہ اند حالانکہ فدوی از یں جرم امر محض بری است و منشاء ایں غلط آنست کہ شخصے میر فضل حق نام از سادات شاہجہانپور ... الی قولہ ... مہتمان اخبار خانہ خراب ناواقف از یں تفصیل کہ آں شخصے دیگر است و فدوی از شیوخ خیرآباد شخصے دیگر ... الی قولہ ... و حکام اینجا بالاشتباہ ہمیں مولوی فضل حق کہ ہم نام و در بعض علامات شریک فدوی است فدوی را محض بے جرم مستقید کردہ اند (ملاحظہ ہو ماہنامہ تحریک دہلی اگست ۱۹۵۷ء بحوالہ جنگ آزادی ص۲۲۵ و حاشیہ اکمل) اور یہی بات علامہ خیرآبادیؒ کے بیٹے بیان فرماتے ہیں کہ "فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے مجھے اسکی جگہ گرفتار کیا گیا ہے" (تحریک دہلی جون ۱۹۵۷ء ص۱۲) اور یہی بات صفائی کے بعض گواہوں نے بھی کہی ہے (ایضاً ص۱۲ ماخوذ از جنگ آزادی ص[illegible])

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی من قال اللہ تعالیٰ فی شانہ ورفعنا لک ذکرک وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وجمیع متبعیہ الی یوم القیامۃ ۔ اما بعد ۔ فنقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان ہے

مومن کے صاف اور شفاف دل میں سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خالق کائنات منعم حقیقی اور رب ذوالجلال کی محبت ہوتی ہے اس کے دل کے اس خانہ میں کسی اور کی محبت کے لئے مطلقاً کوئی جگہ اور گنجائش ہی نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۔ الآیہ (پ ۲ ۔ س بقرہ ۔ رکوع ۲۰)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان کی سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے ۔ اس کے بعد مومن کے دل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت گہرے سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہے اور اس محبت کے مقابلہ میں مخلوق میں سے کسی بھی فرد کی محبت اور عقیدت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ مومن اس کو قابل التفات ہی سمجھتا ہے ۔ یہ محبت محض عشق وعقیدت کے درجہ کی نہیں بلکہ تصدیق و اذعان اور پختہ عقیدہ کی آخری حد ہے اور یہ مدار ایمان اور باعث نجات ہے ۔ اس محبت کا ظاہری

طور پر اظہار آپ کی صحیح فرمانبرداری اور اطاعت سے ہوتا ہے اور جس درجہ کی محبت دل میں موجزن ہوتی ہے اسی اندازکی اطاعت کا سبب سے صدور ہوتا ہے ۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ (بخاری جلد ۱ ص ، مسلم جلد ۱ ص)	تم میں سے کوئی ایک شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں

اس صحیح حدیث شریف میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مومن ہونے کے لئے ایک بنیادی شرط اور واضح علامت بیان فرمائی ہے کہ وہ آپ کی ذات گرامی سے ماں، باپ، اہل وعیال اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبت کرے ۔ اگر معاذ اللہ تعالےٰ ایسا نہیں تو وہ مومن نہیں ہوسکتا ۔ اور سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (المتوفی ۵۷ھ) کی روایت میں ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ ۔ (بخاری جلد ۱ ص)	اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایک شخص بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ہاں میں اس کے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد قسم اٹھائے بغیر بھی بالکل سچا ہے مگر آپ نے یہ مضمون اور حکم مؤکد کرنے کے لئے قسم سے بیان فرمایا ہے اور سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ (المتوفی ۲۳ھ) کی روایت میں ہے جیسا کہ

عبد الله بن هشام قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب فقال له عمر لأنت أحب إلي من كل شيء إلا نفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا والذي نفسي بيده حتى أكون أحب إليك من نفسك فقال له عمر فإنه الآن والله لأنت أحب إلي من نفسي فقال النبي صلى الله عليه وسلم الآن يا عمر۔

(بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۹۸۱)

حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے ساتھ تھے اور آپ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آپ مجھے اپنے نفس کے بغیر ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس وقت تک ایمان حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تیرے نفس سے بھی زیادہ، تجھے محبوب نہ ہو جاؤں، سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب آپ، مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اب بات بن گئی۔

امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۶۷۶ھ) سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی شرح میں محدث ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ

ان من استكمل الايمان علم ان حق النبي صلى الله عليه وسلم

جاننا چاہیے جس نے دین کو مکمل کرلیا تو وہ یہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک

اٰكد عليه من حق الاب والابن والناس اجمعين لان به صلى الله عليه وسلم استنقذنا من النار وهدينا من الضلال .	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ماں باپ، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مؤکد ہے کیونکہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ہی کی بدولت، دوزخ سے بچے اور ہم نے آپ ہی کی وجہ سے گمراہی سے ہدایت حاصل کی۔
(شرح مسلم ج۱ - ص۴۹)	

مومن کی نگاہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب، اس کی ناراضگی اور آتش دوزخ سے بچنے اور گمراہی کے گڑھے سے نکل کر راہ ہدایت پر آجانے سے بڑھ کر اور کیا خوشی اور کامیابی ہو سکتی ہے؟

بلاشبہ ماں باپ اولاد سب اوقات بڑے بڑے فوائد ومنافع حاصل ہوتے ہیں لیکن گمراہی کے عمیق اور گہرے کنوئیں سے نکل کر ہدایت کے سرسبز وشاداب چمن میں آجانا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ اور گوناگوں عذاب سے بچ جانا بہت بڑی سعادت اور اعلیٰ ترین کامیابی ہے اور یہ امت مسلمہ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی کوشش اور آپ ہی کی سعی سے حاصل ہوئی ہے۔ جب اتنی بڑی دولت آپ کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے تو شرعی لحاظ سے ضروری ہے ہی، فطری طور پر بھی آپ سے محبت بہت ضروری ہے اور یہ محبت تمام اعزہ واقارب سے بڑھ کر آپ سے وابستہ ہونی لازم ہے اور یہ محبت ایمان کی اصل الاصول بھی ہے اور مدار بھی، مخلوق میں باقی سب کا حق اس کے بعد ہے مقدم صرف آپ ہی کا حق ہے، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم)۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی جلیل القدر شارح حدیث علامہ قاضی عیاضؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

واذا تبين ما ذكرنا ، تبين ان حقيقة الايمان لا تتم الا بذالك	اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے جب وہ ظاہر ہے تو اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے

ولا یصح الایمان الا بتحقیق اعلاء قدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و منزلتہ علی قدر کل والد و ولد و محسن و مفضل ومن لم یعتقد ھذا و اعتقد ماسواہ فلیس بمؤمن ۔ھ (ریاض ملکی)

کہ ایمان کی حقیقت سوائے اس کے ممکن نہیں ہو سکتی اور ایمان اس کے بغیر صحیح ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی قدر و منزلت کو اپنے ماں باپ اور اولاد اور محسن اور مہربان سب پر بلند کرنا متحقق نہ ہو جائے اور جس شخص نے یہ اعتقاد نہ کیا اور اس کے علاوہ کچھ اور اعتقاد رکھا تو وہ مومن نہیں ہے

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ماں باپ اور اعزہ و اقارب کے ساتھ محبت میں بالواسطہ یا بلا واسطہ نفس اور جسم کا تعلق ہوتا ہے لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ساتھ محبت اور لگاؤ جسم اور روح دونوں کے ساتھ وابستہ ہے جس محبت اور اطاعت کے نتیجہ میں جہاں مومن کا یہ جہان بنتا ہے وہاں آخرت کا ابدی جہان بھی صرف بنتا ہی نہیں بلکہ خوب اجاگر ہوتا ہے اور اس پر موقوف ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مومن کے دل میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی محبت سے جو نشاط و سرور اور وجد کی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں وہ ظاہری حسن و جمال کے شیدائی کو کب حاصل ہو سکتی ہیں جو انسانوں اور حیوانوں سے آگے نکل کر بہتی ہوئی ندیوں اور لہلہاتے ہوئے مرغزاروں چھائی ہوئی جھڑیوں، کھلے ہوئے شگفتہ و نیم شگفتہ پھولوں، وادیوں کے نشیب و فراز، دامن کوہ کی ابھرتی ہوئی بلندیوں، اور ڈھلتی ہوئی پستیوں کی جھاڑی جھیلوں میں تلاش کرتا ہے اور اسی محبت کی وجد آفریں کیفیت کو دشمنان اسلام مسلمانوں کے محافظہ سے مٹانا چاہتے ہیں لیکن وہ مٹانے مٹنے کے ہر دم تازہ سے تازہ ہو کر ابھرتی رہتی ہے۔ سچ ہے ۔

مجھے پستیوں کا گلہ نہیں کہ ملی ہیں ان سے بلندیاں
میرے حق میں دونوں مفید ہیں کہ نشیب ہی سے فراز ہے

باعثِ تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا باعث اور محرک اور سبب یہ ہے کہ جب راقم اثیم کی شرک و بدعت کے رد میں کتابیں مختلف اکناف واطراف، اور علاقوں میں پہنچیں تو اہل حق نے ان کے ٹھوس دلائل، صحت مند تنقید اور زبان کی سلاست کی وجہ سے ان کو بے حد سراہا، اور یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بہت سے جید اور حق شناس علماء کرام اور طلبۂ علم کی طرف سے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ جس طرح تم نے دیگر مسائل پر قلم اٹھایا ہے اسی طرح اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی ان عبارات کی توضیح وتشریح پر بھی ضرور خامہ فرسائی کرو جن کی وجہ سے بریلوی جماعت کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اور ان کے شاگردوں اور پیروکاروں نے ان کی تکفیر کی ہے تاکہ جو لوگ خوفِ خدا اور حق کے متلاشی ہیں ان پر یہ حقیقت عیاں اور آشکارا ہو جائے کہ اکابر علماء دیوبند نے کیا کہا اور خانصاحب اور ان کے متبعین نے ان عبارات سے کیا کشید کیا؟

راقم بعض بیماریوں میں مبتلا ہونے کے علاوہ تدریس وتعلیم وغیرہ مشاغل کی وجہ سے بے حد مصروف رہتا ہے لیکن بزرگوں اور دوستوں کے پیہم اور لگاتار اصرار کے بعد راہِ فرار نظر نہ آئی۔ اس لئے ان کے حکم کی تعمیل میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے ہم نے کوشش کی ہے کہ خانصاحب اور ان کی ڈگر پر چلنے والے ان کی جذباتی اتباع کی سی سخت زبان اور تند لہجہ کتاب میں استعمال نہ ہو، کیونکہ زبان کی تندی انتہائی معیوب ہونے کے علاوہ دوزخ میں لے جاتی ہے اور عذابِ قبر کا ایک سبب بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۸ھ) کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا ہم زبان کی باتوں کی وجہ سے بھی پکڑے

جائیں گے ؟ یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ دوزخ میں چہروں یا نتھنوں کے بل زبان کی باتوں ہی کی وجہ سے تو اوندھے ڈالے جائیں گے۔ (او کما قال، مستدرک ج ۴ ص ۲۸۶ ، قال الحاکم والذہبی صحیح و نحوہ فی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴)

اور ایک اور شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو زبان سے اذیت پہنچاتا تھا اور ان کی چغلی کیا کرتا تھا۔

(او کما قال موارد الظمآن ص ۵۲ وص ۱۹۹)

لیکن باین ہمہ اگر خانصاحب اور ان کے اتباع کے سخت لہجہ سے متاثر ہو کر کہیں کوئی ترش لہجہ اور جملہ صادر ہو جائے تو ہم قارئین کرام سے یہ کہتے ہوئے معذرت کرتے ہیں کہ فان لصاحب الحق مقالا (الحدیث، بخاری ج ۱ ص ۳۲۳) یعنی بے شک صاحب حق کو ہم گفتگو کرنے کا مجاز ہے۔ یہ یاد رہے کہ خانصاحب اور ان کے اتباع کے ان بے بنیاد الزامات اور افتراءات اور دیگر بدعات کے رد میں اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے متعدد کتب، رسالے اور مضامین تحریر فرما کر مخالفین پر اتمام حجت کی ہے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ابن شیر خدا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی سنہ ۱۳۷۱ھ) اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی سنہ ۱۳۷۷ھ) اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور اسی طرح دیگر اکابر حضرات کی ان الزامات اور دیگر بدعات کے رد میں مختصر اور مطول بیش قیمت کتابیں معرض وجود میں آچکی ہیں۔

مثلاً سیف یمانی بر ملکہ فرقہ رضاخانی۔ سیف علی برگردن نوری۔ فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضاۃ۔ البند علی المفتر۔ الشہاب الثاقب۔ السحاب المدرار۔ توضیح البیان۔ تزکیۃ الخواطر۔ الکوکب الیمانی۔ آئینہ رضاخانیت۔ الحجۃ لاہل السنۃ۔ مقامع الحدید۔ سنے مجدد کا سیاپا۔ فتح بریلی کا دلکش نظارہ۔ قطع الوتین۔ فیصلہ کن مناظرہ۔ معرکۃ القلم۔ صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی۔ البراہین القاطعہ۔ الختم علی لسان الخصم۔ البرہان فی رد البہتان۔ وغیرہا۔ اور بعض

عملی بدعات کے رد میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۷۲ھ) کی کتابیں دلیل الخیرات[۲۱] اور نفائس مرغوبہ[۲۲] بھی طلبہ کرام کے لئے بے حد مفید رہیں گی۔ لیکن ان میں سے بعض کتابیں تو پاکستان میں نایاب ہیں اور جن حضرات کے پاس بعض کتابیں موجود ہیں وہ ان کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔ اور بعض کتابیں ایسی ہیں مصروف حضرات کا ان کو پڑھنا اور ان کے لئے وقت نکالنا خاصا مشکل کام ہے اور اس سے بڑھ کر اکثر کتابوں اور رسالوں کی زبان خالص عالمانہ اور دقیق منطقیانہ ہے جس سے اکثر عوام کا مستفید ہونا سہل کام نہیں ہے اور بریلوی حضرات عموماً اکابر علماء دیوبند کی انہی عبارات کو معاذ اللہ تعالیٰ کفر کی بنیاد اور مدار قرار دیتے ہیں اور ان کے زعم و خیال میں مناظرہ میں ان عبارات ہی کو اولین حیثیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کی بحث اور مناظرہ کی بسم اللہ ہی یہیں سے شروع ہوتی ہے اور سادہ لوح عوام کو بھڑکانے اور ان کے دینی جذبہ سے کھیلنے کے لئے ان کے خیال میں اس سے بہتر اور کوئی زود اثر حربہ نہیں ہے۔ جیسے قادیانیوں کے نزدیک عوام کو الجھانے کے لئے طویل الذیل علی مسئلہ حیات و ممات سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مقدم رکھا جاتا ہے اگرچہ اس میں بھی ان کو منہ کی کھانی پڑتی ہے مگر کوشش ان کی یہی ہوتی ہے کہ صدق و کذب مرزا صاحب اور دیگر مسائل سے پہلوتہی بلکہ گریز کرتے ہوئے اسی مسئلہ کو اپنی ڈھال بنالیا جائے یہی حال بریلوی حضرات کا ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی انہی عبارات کو پانی کی طرح بلوتے ہیں مگر نکلتا کچھ نہیں۔ ان حالات کے پیش نظر ہم نے ان اصولی عبارات کا مطلب اس حصہ میں بیان کیا ہے۔ اور دیگر عبارات کی تشریح ان شاء اللہ العزیز دوسرے حصہ میں مذکور ہو گی جب قارئین کرام ان کا مطلب اور مراد سمجھ گئے تو دوسری عبارات کا سمجھنا چنداں دشوار نہ ہوگا اور یہیں سے بفضلہ تعالیٰ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

کا نظارہ آجائے گا۔ والعصمۃ بید اللہ تعالیٰ وحدہٗ۔

خانصاحب کا دیوبندیوں کے بارے میں ناجائز غلو اور انکی بیجا تکفیر

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا مزاج نہایت جذباتی اور طبیعت بے حد غلو پسند اور متعصبانہ تھی ان کی عبارات میں اس امر کا واضح تر ثبوت موجود ہے اپنے مخالفین اور خصوصاً علماء دیوبند کی تکفیر میں جو طریق انہوں نے اختیار کیا ہے عالم تو درکنار دنیا کا کوئی شریف انسان بھی اس کو اختیار نہیں کر سکتا کہ ان کی مراد اور نیت کے خلاف ان کی عبارات کا مطلب از خود تراشے اور بزور کشید کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگائے۔ اور پھر ان کی تکفیر نہ کرنے والوں بلکہ شک کرنے والوں کو بھی کافر قرار دے۔ حالانکہ اکابر علماء دیوبند چلا چلا کر کہتے اور لکھتے رہے ہیں کہ جو مطلب تم نے بیان کیا ہے یا جو مراد تم لے رہے ہو ہماری ہرگز وہ مراد نہیں اور نہ ہم اس کو صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ہم اس کو کفر سمجھتے ہیں۔

انصاف اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ خان صاحب اس کے بعد ان کی تکفیر سے باز آجاتے اور علماء دیوبند سے معافی مانگ لیتے کہ میں نے غلط سمجھا تھا اور میں اپنے سابق غلط فتویٰ سے رجوع کرتا ہوں۔ لیکن خان صاحب نے مرتے دم تک اپنی ضد نہیں چھوڑی اور اکابر علماء دیوبند کی ناروا تکفیر سے باز نہیں آئے۔ ان کی چند عبارات ملاحظہ کریں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

(۱) . غلام احمد قادیانی، اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔"

(حسام الحرمین ص۱۳ ، فتاویٰ افریقیہ ص۱۲۰)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بجز چند بریلوی حضرات کے جو خانصاحب کی اس تکفیر میں ان کے پیرو ہیں باقی جملہ بریلوی بھی ان کے فتویٰ کی رو سے کافر ہیں کیونکہ بیشتر بریلوی حضرات علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے اور انہیں کافر کہنے میں توقف کرنیوالے تو بے شمار ہیں۔

(۲۰) ۔ دوسرے مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ :-

نذیر حسین دہلوی و امیر احمد سہسوانی و امیر حسن سہسوانی و قاسم نانوتوی و مرزا غلام احمد قادیانی و رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان و مدح خوان باتفاق علماء اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلا شبہ کافر۔

(عرفان شریعت حصہ دوم صفحہ ۲۹ ، و راجع ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۱۵)

اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی علمی روحانی ، ملی اور سیاسی خدمات کی تعریف و توصیف دنیائے اسلام کے ہر خطہ میں ہوتی رہی ہے اب بھی ہوتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہے گی ۔ ہندوستان ، افغانستان ، ترکی ، مصر ، پاکستان ، ایران بلکہ عرب و عجم میں شاذ و نادر ہی مسلمانوں کا کوئی ملک ایسا ہوگا جہاں ان اکابر کی علمی خدمات کو سراہا نہ گیا ہو ۔ مگر خان صاحب کے اس ظالمانہ فتوے کی رو سے وہ سبھی کافر ہیں بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی بلا شبہ کافر ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) ۔

(۲۱) ۔ اور فتاویٰ افریقہ میں اس عنوان سے سرخی قائم کی گئی ہے ۔

"دیوبندیوں کے بارے میں مسلمانوں سے آخری اپیل" ، جو انہیں کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان کے استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال رکھے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا " (صفحہ ۱۱۵) ۔

اس وقت پاکستان و ہندوستان وغیرہ میں جہاں بریلوی ذہن کے لوگ موجود ہیں کوئی خاندان اور قوم ایسی نہیں بتائی جا سکتی جن کے دیوبندی مسلک رکھنے والے حضرات سے رشتے ناطے اور دوستی نہ ہو اور بعض جگہوں میں تو استادی اور شاگردی کا تعلق بھی ہوتا ہے مگر اس قرار داد نہ فتوے کے اعتبار سے وہ سبھی لوگ کافر قرار پاتے ہیں ۔ غور فرمائیں کہ کفر کے اس ایٹم بم بلکہ ہائیڈروجن بم اور زہریلی گیس سے کسی کو بھی رستگاری ہو سکتی ہے ؟ اور کوئی بھی مسلمان عام اس سے کہ وہ کسی طبقہ سے متعلق ہو اس شاہانہ و خسروانہ فتوے کی زد سے بچ سکتا ہے ؟ اس سے بڑھ کر خان صاحب کے تعصب اور

ہٹ دھرمی کا اور کیا ثبوت درکار ہے؟ منصف مزاج اور خدا خوف آدمی ایسے ناجائز فتوے پر نفرین کئے بغیر نہیں رہ سکتا اگر خانصاحب بریلوی اسی ظالمانہ فتوے پر ہی اکتفا کرتے تب بھی ایک حد ہوتی مگر وہ تو اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر یوں گوہرافشانی کرتے ہیں۔

(۴) ۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی، یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا ہوگی

(ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۱ طبع لکھنؤ صفحہ ۱ قسط مستقبل پریس کراچی)

فتوے تو خانصاحب نے دیا ہی تھا لیکن ساتھ شرافت تہذیب اور اخلاق کا جنازہ بھی نکال دیا اگر فتوے ہی صادر کرنا مقصود تھا تو اتنا کافی تھا کہ ایسے لوگ کافر و مرتد ہیں اور ان کا نکاح باطل ہے لیکن لتنے الفاظ سے بھلا خان صاحب کے دل ناؤف کی بھڑاس کب نکل سکتی تھی؟ اور زنا اور ولد الزنا کی تصریح کئے بغیر وہ کب چین پاسکتے تھے؟ اور غضب کی بات تو یہ ہے کہ انسانیت کے دائرہ سے نکل کر اور تجاوز کرکے انسانوں کا نکاح حیوانوں سے بھی جوڑ دیا جن میں کتے گدھے اور خنزیر تک سبھی حیوان شامل ہیں اب وہ بریلوی حضرات خود سوچ لیں جن کا نکاح کسی وہابی یا دیوبندی عورت سے ہوا ہے یا ان کی بہن اور بیٹی، پوتی اور نواسی، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کسی عزیزہ کا نکاح کسی دیوبندی اور وہابی سے ہوا ہے خان صاحب کے اس ظالمانہ فتوے کے رو سے تو وہ خالص زنا ہے اور اولاد ولد الزنا، اور حرامی ہے۔

اگر سچ مچ بریلوی حضرات کو خان صاحب سے عقیدت و محبت ہے اور وہ ان کو حق پرست عالم دین تصور کرتے ہیں تو ان کو خود اپنے اور اپنی اولاد اور اعزہ و اقارب کے بارے میں یہ دو ٹوک فیصلہ کرنا ہوگا کہ یا تو وہ سچ مچ اپنے آپ کو کافر مرتد اور زانی سمجھیں اور اپنے تمام ایسے اعزہ و اقارب کی اولاد کو حرامی اور ولد الزنا خیال کریں اور یا یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم مسلمان پاکدامن اور حلالی ہیں اور اسی طرح ہماری اولاد اور اعزہ و اقارب سب حلالی ہیں تو پھر خان صاحب کے اس ناروا

اور خالص ظلم اور فتوے کو جوتی کی نوک سے ٹھکرانا ہوگا۔ اب یہ بریلوی حضرات کی مرضی ہے کہ وہ کون سی شق اور صورت اختیار کرتے ہیں کیوں کہ ؎

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

یہ یاد رہے کہ جس دن سے اقتدار کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہوگیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے کافر جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، غیر مقلدین اہلحدیث کافر، مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی اور تو اور تحریک خلافت میں انگریز کے خلاف شرکت کے جرم میں بیعت برادران طریقت مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کافر۔ مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ! دہلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۲ طبع لائلپور، از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی)

اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کا اور کوئی جرم نہیں بجز اس کے کہ وہ توحید وسنت کے شیدائی اور شرک وبدعت سے سخت متنفر ہیں۔ اے باد صبا ہماری جماعت کی طرف سے آقائے نامدار سردار دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو یہ درد بھری کہانی پہنچا اور سنا دے کہ ؎

خوبے نہ کردہ ایم و کشتے نہ کشتہ ایم!
جرم ما ہست ایں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

(۵) نیز خان صاحب بریلوی ہی لکھتے ہیں کہ

"مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہیں۔ یہی ہیں وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ مسلمان بن کر کفر سکھاتے ہیں خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت وجماعت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں ہوشیار

خبردار مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچانے ہوئے فانتقہ ... جیسی
پڑھئے ... واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا ۔

(احکام شریعت حصہ اول ص ۔ طبع برقی پریس مراد آباد)

خانصاحب نے اس مکروہ عبارت میں اپنے دل ماؤف کی جو بھڑاس نکالی ہے اور دیوبندیوں پر جو یہ خالص افترا اور بہتان باندھا ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ اللہ عز وجل کو گالیاں دیتے ہیں وہ خان صاحب ہی کا حصہ ہو سکتا ہے اور اس کا خمیازہ وہ اب بھگت رہے ہوں گے ۔ بحمد اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی ادنیٰ ترین توہین و تنقیص نہیں کی اور وہ آپ کی معمولی توہین کو بھی کفر کہتے اور سمجھتے ہیں ۔ مگر خان صاحب کا ظلم ملاحظہ کیجئے کہ وہ بے دھڑک ان پر بہتان باندھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے ۔

(۱۰) نیز خان صاحب لکھتے ہیں کہ ۔

اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق ، رافضی ، وہابی ، قادیانی ، نیچری چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجا لاتے بلکہ وہابی وغیرہ قرآن و حدیث کا درس دیتے لیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے بلکہ چشتی نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے اور علما و مشائخ کی نقل اتارتے اور باایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں ان کی اس کلمہ گوئی و ادعائے اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث و اضر و اشد کافر اصلی یہود و نصاریٰ ، بت پرست ، مجوسی ، سب سے بدتر کر دیا ہے کہ یہ اگرچہ دیکھ کر کہتے الخ

(احکام شریعت حصہ اول ص ۔)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیوبندیوں نے نہ تو ضروریات دین میں سے کسی شے

کا انکار کیا ہے اور نہ تاویل کی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی بزرگ ترین ہستی کی شان اقدس میں ذرہ بھر توہین کی ہے۔ یہ خان صاحب کا بلا وجہ بغض وعداوت ہے کہ ان کو دیوبندی ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست اور مجوسی سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ بھینگے کو کب صحیح حالت میں کوئی شئے نظر آسکتی ہے؟

خان صاحب کے نزدیک دیوبندیوں کا ذبیحہ محض نجس، مردار، اور قطعی حرام ہے ذبح کے مسئلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں۔

الجواب! عورت کا ذبیحہ جائز ہے جب کہ ذبح صحیح طور پر کر سکے، یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ نام الٰہی عز و علا لے کر ذبح کرے، یوں ہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا، رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار حرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں ولا ذبیحۃ لمرتد۔

(احکام شریعت حصہ اول ص۲۹)

بریلوی حضرات کہیں نہ کہیں تو ضرور دیوبندی قصابوں کا ذبیحہ کھاتے ہوں گے اور نہیں تو ولیمہ، عقیقہ اور قربانی کا گوشت برادری کے طور پر لیتے ہی ہوں گے۔ جن جانوروں کو دیوبندی ذبح کرتے ہیں اب یہ فیصلہ ان کے ہاتھ ہے کہ آیا وہ دیوبندیوں کو مسلمان سمجھیں اور حلال خوری پر راضی ہو جائیں۔ یا خان صاحب کے فتویٰ پر صاد کرتے ہوئے مردار محض نجس اور قطعی حرام کھانے پر کمر بستہ رہیں۔ کیوں کہ بقول خان صاحب یہودی کا ایک دفعہ ذبیحہ پر نام الٰہی لینا اس کی حلت کے لئے کافی ہے لیکن دیوبندی وغیرہ لاکھ مرتبہ بھی نام الٰہی لے کر ذبح کریں تو جانور بہر کیف مردار ہوگا۔

فطری مرض -

خانصاحب بریلوی میں یہ لاعلاج و لازوال مرض بھی تھا کہ وہ دوسروں اور خصوصاً اپنے مخالفوں کی عبارات کے اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر اور تراش تراش کر مطالب اور معانی لیتے تھے اصحاب عبارات حیران رہ جاتے کہ جن کفریہ عبارتوں اور معانی کا ہمیں وہم تک بھی نہیں ہے وہ خان صاحب کہاں سے اور کیسے بلا وجہ کشید کرتے ہیں ؟ اور محض جبر اور سینہ زوری سے اپنے تراشیدہ مطالب دوسروں کے گلے مڑھ کر اور دھینگا مشتی ان پر تھوپ کر ان کی تکفیر کرتے ہیں ؟ اور پھر اس پر مصر رہتے ہیں خان صاحب کا یہ نامنصفانہ معاملہ اس حکایت کے عین مطابق ہے جو یوں بیان کی جاتی ہے کہ ۔

کسی شخص نے (جن کی طبیعت غالبؔ خان صاحب سے ملتی ہوگی) دوسرے سے سوال کیا کہ بھیا تمہارا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا حاجی ۔ (....) تو سائل نے یوں تشریح شروع کر دی کہ حاجی بروزن پاجی اور پاجی کے معنی ہوتے ہیں کمان کے ۔ اور کمان بروزن گمان ہے اور گمان کے معنی ہوتے ہیں شک کے ۔ اور شک بروزن سگ ہے اور سگ کے معنی ہوتے ہیں کتا ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تم کتے ہو ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

بعینہ یہی طریقہ ہے احمد رضا خان صاحب کی تشریحات کا جو خاندان ولی اللّٰہی اور اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کی تشریح میں انہوں نے اختیار ہے اور دوسروں پر بلا سبب خدا تعالےٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی (معاذ اللہ تعالےٰ) توہین کا الزام لگا کر اور تھوپ کر خود اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے بارے میں ایسے ایسے توہین آمیز کلمات بولتے ہیں کہ ایمان تو کیا شرم وحیا بھی سر پیٹ کر رہ جائے ۔ اور حیرت اس بات پر ہے کہ وہ کہتے سب کچھ اپنے پیٹ سے نکال نکال کر ہیں اور دنیا کو دہائی یہ دیتے ہیں کہ دیکھو وہابی کیا کہہ گئے !

حالانکہ ان بے چاروں کے وہم و گمان میں بھی یہ کفریات نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں

حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بہتان ۔

خان صاحب نے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کی طرف ایسے ناپاک اور کفریہ عقیدوں کی نسبت کی ہے کہ جن میں سے ایک عقیدہ بھی اسلامی حکم کے رو سے صد بار کفر کا مستحق ہے اور ان باطل اور خبیث عقیدوں کا حضرت شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کو کبھی شاید وسوسہ بھی نہ گزرا ہو اور نہ کبھی وہم و گمان ہی ہوا ہو ۔ مگر خان صاحب ہیں کہ ان کے سر ان باطل عقاید و نظریات کو تھوپنے سے نہیں چوکتے ۔ جو ناپاک عقیدے حضرت شاہ صاحب شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف خان صاحب نے منسوب کئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں ۔

ایسے کو خدا کہتا ہے جیسے مکان ، زمان ، جہت ، ماہیت ، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے اس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے ۔ ایسے کو کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں نہ اس کی کتاب قابل استناد نہ اس کا دین لائق اعتماد ، ایسے کو کہ جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت ، بڑائی اور جبروت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے ، ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ، ایسے کو جس کا بہکنا ، بھولنا ، سونا ، اونگھنا ، غافل رہنا ، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے کھانا ، پینا ، پیشاب کرنا ، پاخانہ پھرنا ، ناچنا ، تھرکنا ، نٹ کی طرح کلا کھیلنا ، عورتوں سے جماع کرنا ، لواطت ، رنڈی بازی جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا ، حتیٰ کہ مخنث وکانڈو کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت رسوائی اس کی شان کے خلاف نہیں ، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں آلہ تناسل ، بیشرگاہ ، بالفعل رکھتا

ہے ، صمد ، صمد کے معنی بے نیاز کے بھی ہوتے ہیں ، نہیں جوف دار کھوکھلا ہے
سبوح و قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ، کھسرا ، ہیجڑا ، ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا
ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ۔ ڈوب بھی سکتا ہے ۔ زہر کھا کر یا اپنا
گلا گھونٹ کر ، بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے ، اس کے ماں باپ جورو ، بیوی ،
بیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے ، ربڑ کی طرح پھیلتا اور سکڑتا ہے ،
برہما کی طرح چومکھا ہے ، ایسے کو جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے ، جو بندوں کے خوف کے
باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ کہہ لیں ، بندوں سے چرا چھپا کر بیٹھ کر
جھوٹ بک سکتا ہے ۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اول طبع لاہور)

ہر شریف اور باحیا انسان اس گندی عبارت کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے کہ کیا دنیا
کی کوئی گندی گالی ایسی رہ جاتی ہے جو خان صاحب نے پروردگار عز شانہ کو نہ دی
ہو ؟ (معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ)

اور ملاحظہ کیجئے کہ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر کس ڈھٹائی کا ثبوت خان صاحب
نے دیا ہے اور اس گندی اور ناپاک عبارت کے حاشیہ پر حضرت شاہ اسماعیل شہید
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب یکروزی وغیرہ کے جھوٹے حوالے دیئے ہیں ۔ اور بعض دیگر
حضرات کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں مگر ان بالا ناپاک و خبیث باتوں میں
سے کوئی ایک بات بھی ان بزرگوں کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے یہ سب کچھ خان
صاحب کی طبیعت اور پیٹ کی پیداوار ہے اور خالق و مخلوق کے شرم سے بے پروا
ہو کر انہوں نے یہ سب گندی باتیں لکھی ہیں ۔ پروردگار کی بلند ذات پاک کو (معاذ اللہ
تعالیٰ) گالیاں خود دی ہیں اور دوسروں پر تھوپنے کی ناکام اور بیجا سعی کی ہے کہ وہ یہ کہتے
ہیں ۔ حالانکہ وہ بزرگ خود بھی اور ان کی کتابیں بھی ان ناپاک عقائد و نظریات سے

سے قطعاً مبرا اور یقیناً منزہ ہیں۔ اس سے خود اندازہ لگالیں کہ خان صاحب میں کس حد تک خدا خوفی، دیانت اور انصاف کی صلاحیت موجود ہے کہ خواہ مخواہ بچارے دوسروں کے ذمہ از خود گندے عقائد و نظریات تھوپتے ہیں اور پھر فتوے صادر کرتے ہیں۔ گویا کہ مستفتی بھی خود ہیں اور مفتی بھی خود ہیں۔ جب پیر و مرشد کا یہ عالم ہو تو ان کے ماننے والوں میں دیانت و خدا خوفی کہاں سے آسکے گی۔ سچ ہے سچ

وزیرے چنیں شہریارے چنیں

خان صاحب کا دوسروں پر الزام تراشی کا ایک طریق تو آپ نے ملاحظہ کر ہی لیا۔ اب ایک دوسرا طریق بھی دیکھ لیجئے تاکہ حقیقت حال بالکل الم نشرح ہو کر سامنے آجائے اور یہ پہلو بھی نمایاں سے نمایاں تر ہو جائے۔ خان صاحب نے اکابر علمائے دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، اور حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہم پر خصوصیت سے کفر کے فتوے جڑے ہیں جیسا کہ باحوالہ آپ نے خان صاحب کی بالا کفریہ عبارات میں ان اکابر کے نام پڑھ لئے ہیں۔ اور اس کی مکمل بحث ان شاء اللہ العزیز آگے آرہی ہے اور ان پر الزام یہ لگایا ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وبارک وسلم کی ختم نبوت کا انکار کیا ہے لہذا وہ کافر ہیں (معاذ اللہ تعالے) اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالے او اس کا کلام جھوٹا ہو سکتا ہے (العیاذ باللہ تعالے) اور مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے شیطان کے علم کو آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے علم سے زیادہ تسلیم کیا ہے (عیاذاً باللہ تعالے) اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے علم کو پاگلوں اور مجنونوں بلکہ حیوانوں

اور چوپایوں کے برابر مانا ہے ، العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ ، اس لئے یہ حضرات کافر ہیں بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے حالانکہ یہ اکابر چلا چلا کر یہ فرماتے ہیں کہ جو عقیدے تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو نہ تو یہ عقائد ہماری مراد ہے اور نہ ہم ان کے قائل ہیں بلکہ ہم خود ان کو کفر سمجھتے ہیں ۔

مگر خان صاحب گویا یوں لب کشا ہیں ، مان نہ مان میں تیرا مہمان ۔ یعنی کچھ بھی ہو تم کافر ہو ۔ داد دیجئے اس دیانت اور تقویٰ کی کہ جس کا ثبوت خان صاحب پیش کر رہے ہیں ۔ جب قائل یہ کہتا ہے کہ جس عقیدہ کو تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں تو پھر وہ ہماری مراد کیسے ہو سکتی ہے ؟ مگر ان اکابر کی اس تصریح کے باوجود بھی خان صاحب آخر تک اپنی ضد پر ڈٹے رہے بقول شخصے ۔

زمین جنبد نجنبد نہ جنبد گل محمد

مسئلہ تکفیر اور حضرات فقہائے کرام

حضرات فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا وہ محتاط طبقہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین کی گہری بصیرت سے نوازا ہے اور ہر مسئلہ کے حدود اور شرائط کو بحمد اللہ تعالیٰ وہ بخوبی جانتا ہے اور کسی کو کافر قرار دینے میں وہ انتہائی حزم واحتیاط سے کام لیتا ہے ۔ اس مستند طبقہ نے تکفیر کے بارے میں جو ضابطہ لکھا ہے وہ ہر ایک مسلمان کے پیش نظر رہنا ضروری ہے ۔

چنانچہ ابو حنیفہ ثانی حضرت امام زین العابدین ابن نجیم المصری الحنفی المتوفی سنہ ۹۷۰ھ لکھتے ہیں کہ ۔

وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر و وجہ واحد یمنع التکفیر	خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہ کفر کی اور صرف ایک ہی وجہ اسلام کی ہو

فعلی المفتی ان یمیل الی
الوجه الذی یمنع التکفیر
تحسینا للظن بالمسلم زاد فی
البزازیة الا اذا صرح بارادته
موجب الکفر فلا ینفعه التأویل
حینئذ ۔

البحر الرائق ج ۵ ص۱۲۵ طبع مصر

تو مفتی کو اس وجہ کی طرف مائل ہونا چاہیے
جو تکفیر کو منع کرتی ہے کیوں کہ مسلمان کے
بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہیے
بزازیہ میں یہ بات زائد لکھی ہے کہ اگر وہ
شخص خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کر دے
تو پھر اس کو تاویل کفر سے محفوظ نہیں رکھ
سکتی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایسا کلام اور جملہ بولتا ہے جس کے بہت سے پہلو کفر کے اور صرف ایک ہی پہلو اسلام کا نکلتا ہو تو ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد ہی وہ پہلو ہو جو اسلام کا پہلو ہے ۔ ہاں اگر وہ خود ہی اپنی مراد متعین کر دے اور وہ ایسا پہلو مراد لے جو کفر ہے تو پھر اس کو کسی تاویل سے مسلمان کہنا درست نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ اس کی اپنی تصریح کے مقابلہ میں کسی کی حسن ظنی اور تاویل کا کوئی معنی نہیں ۔

اور حضرت ملا علی ن القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ ۔

ونقل صاحب المضمرات عن
الذخیرة ان فی المسئلة اذا کان
وجوه توجب التکفیر ووجه واحد
یمنع التکفیر فعلی المفتی ان
یمیل الی الذی یمنع التکفیر
تحسینا للظن بالمسلم ثم
ان کان نیة القائل الوجه الذی

اور صاحب المضمرات نے ذخیرہ سے
نقل کیا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو
کفر کے اور صرف ایک ہی پہلو عدم کفر کا ہو
تو مفتی کو وہ پہلو لینا چاہیے جو تکفیر کو منع
کرتا ہے کیوں کہ اسی میں مسلمان کے حق
میں حسن ظنی رہ سکتی ہے ۔ پھر فرمایا کہ اگر
قائل کی نیت وہ پہلو ہے جو اسلام کا ہے

يمنع التكفير فهو مسلم وان كان نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه فتوى المفتي و يومر بالتوبة والرجوع عن ذالك وبتجديد النكاح بينه وبين امراته ،

تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی مراد وہ پہلو ہے جو کفر ہے تو اس کو مفتی کا فتویٰ فائدہ نہیں دے گا ایسے شخص کو توبہ اور اسلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کا اس کی بیوی سے از سر نو پھر نکاح کیا جائے گا ۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۴۳ طبع کانپور)

اور لطف کی بات یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کو بھی حضرات فقہائے کرام کے اس ضابطہ اور فتوے سے کلی اتفاق ہے ۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں ۔ شرح فقہ اکبر میں ہے ۔

وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی ۔

فتاویٰ خلاصہ ، جامع الفصولین ، ومحیط وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے

اذا کانت فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الی ذالک الوجه ولا یفتی بکفره تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان لم یکن لا ینفعه حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التکفیر

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے تاتارخانیہ و بحر وسل الحسام و تنبیہ الولاة وغیرہا میں ہے ۔

لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی
نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ
بحرالرائق وتنویرالابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا
میں ہے ۔ والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل
کلامہ علی محمل حسن اھ بلفظہ ۔

حسام الحرمین صفحہ ۲۲ اشرفی کتب خانہ لاہور

اس عبارت میں خان صاحب نے بحوالہ فقہ اکبر یہ لکھا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں ۹۹ ننانوے احتمال اور پہلو کفر کے ہوں اور صرف ایک ہی پہلو سلام کا ہو تو پھر بھی قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی اور آخر میں باحوالہ کتب تصریح کی ہے کہ چونکہ کسی کو کافر کہنا سنگین قسم کی سزا ہے اس لئے اس کے لئے انتہائی جرم درکار ہے اور احتمال کے ہوتے ہوئے انتہائی جرم کیسے ثابت ہو سکتا ہے ؟ اور پھر بالکل آخر میں حضرات فقہائے کرامؒ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک جو طے شدہ بات ہے وہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی جائے گی جبکہ اس کے کلام کے لئے کوئی اچھا محمل موجود ہو ۔ اور خان صاحب اپنی کتاب برکات الامداد صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ ۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام میں اگر ۹۹ معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے کہ اسی تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ہی ٹھہرائیں الخ ۔

مگر حیف بر حیف اور تاسف بالائے تاسف یہ ہے کہ جب علمائے دیوبند کی عبارات کی باری آتی ہے تو خان صاحب ان فقہائے کرامؒ کے اس زریں قاعدہ کو یکسر فراموش اور نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ علمائے دیوبند کی خود اپنی تصریحات کے خلاف خانصاحب اپنے تراشیدہ معانی لے کر اور بزور ان کے ذمہ لگا کر ان کی تکفیر کرتے ہیں فوا اسفا ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین توہین بھی کفر ہے

فقہائے اسلام نے نہایت وضاحت سے یہ بات کتابوں میں لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کی تنقیص وتوہین اور سب وشتم اور تکذیب وعیب جوئی، صریح طور پر کفر ہے۔ چنانچہ قاضی القضاۃ، حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الحنفی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں کہ:

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ فان تاب والا قتل۔
(کتاب الخراج ص ۱۸۲ طبع مصر)

جس شخص نے بھی مسلمان ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو گالی دی یا آپ کی تکذیب کی یا آپ پر کوئی عیب لگایا، یا آپ کی تنقیص کی تو بلاشبہ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں کافر ہے اور اس کی بیوی اس سے بائن اور جدا ہو جائے گی سو اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

اس سے بصراحت معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی شان رفیع کو گالی دینا یا آپ کی تکذیب وعیب جوئی کرنا یا توہین وتنقیص کرنا خالص کفر ہے جس سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

مشہور مالکی امام قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی ۵۴۴ھ، لکھتے ہیں کہ

وقال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ

حضرت امام محمد بن سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع

عليه وسلم المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر ۔

(شفاء ج ۲ ص۲۱۱ طبع مصر)

واتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کو سب وشتم کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

حضرت ملا علی ن القاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں کہ ۔

وقال محمد بن سحنون اجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتنقص له كافر ومن شك في كفره وعذابه كفر ۔

(شرح فقہ اکبر ص۱۹۳)

حضرت امام محمد بن سحنون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کو سب وشتم کرنے والا اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے ۔ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ ۔

وقال القاضي عياض جميع من سب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم او عابه او الحق به نقصا في نفسه او

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی جناب رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کو سب کرے یا آپ کو عیب لگائے یا آپ کی

نسبه او دينه او خصلة من خصاله او عرض به شبهة بشيء على طريق السب له و الازراء عليه او البغض منه و العيب له فهو ساب له والحكم فيه حكم الساب يقتل .

(الصارم المسلول ص [illegible] طبع دائرة المعارف حیدرآباد دکن)

ذات پاک یا نسب یا دین یا آپ کی خصلتوں میں سے کسی خصلت میں کوئی عیب نکالے یا کسی بھی شخص کو آپ کے متعلق سب وتنقیص یا البغض یا عداوت کے طور پر کوئی شبہ پیدا ہوا تو وہ گالی ہی ہوگی اور ایسے شخص کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا جس کا انتظام اسلامی حکومت کریگی)

یہ تمام عبارات اپنے مفہوم اور مدلول کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں مزید کسی توضیح وتشریح کی محتاج نہیں ہیں ۔

منصف مزاج بریلوی علما حضرات علما دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے

علماء دیوبند بحمد اللہ تعالے مسلمان تھے اور ہیں ان کو کافر کہنا بالکل بے جا ہے یہی وجہ ہے کہ خان صاحب کے ایسے ظالمانہ فتوے کی قدر خود علماء بریلوی میں بھی سمجھ دار اور فہیم طبقہ نے نہیں کی اور اکابر علمائے دیوبند کو وہ مسلمان ہی سمجھتے ہیں ۔

اس مقام پر ہم مشتے نمونہ از خروارے چند بریلوی علماء کی عبارتیں پیش کرتے ہیں ۔ جو بریلوی حضرات میں خاصی شہرت کے حامل اور جانی پہچانی شخصیتوں کے مالک ہیں ۔

(۱) علامۂ دہر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی ، المتوفی ۲۲ ربیع الثانی [illegible] شیخ الجامعہ بہاولپور [illegible] تحریر فرماتے ہیں ۔

مولانا محمد قاسم صاحب ومولانا رشید احمد صاحب کا زمانہ میں نے نہیں پایا ، مولانا خلیل احمد صاحب ومولانا محمود الحسن صاحب کی [illegible] ایک دفعہ

زیارت کی ہے مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی صاحب

دامت برکاتہم کی ایک دفعہ زیارت کی اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے اس سے

زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر میرا

اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ سب علماء ربانیین اور اولیاءً

امت محمدیہ وعلی صاحبہا الف الف تحیۃ ہ سے تھے۔ احقر کو بعض

مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد

کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ اور استفادہ اور انکا

قبول عام ہے۔ بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے

خدمات طریقت پر نظر کرنے سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے

مجدد ہیں۔ فقط !

۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ

(۲) مشہور بریلوی پیر اور صاحب طریقت عالم، مولانا محمد مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

عاجز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی شرف صحبت سے مستفید ہوا دونوں صاحبوں کو عالم

باعمل اور متبع شریعت اور متقی پایا۔ نعوذ باللہ ان کو کافر کہنا سخت کبیرہ

گناہ سمجھتا ہوں۔ مولانا خلیل احمدؒ کی بعض تحریرات سے مجھے سخت اختلاف

ہے مگر کافر ان کو بھی نہیں کہتا اپنے سے بہتر جانتا ہوں مولانا محمود الحسن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میں ابتداء سے معتقد ہوں طالب علمی میں کچھ

عرصہ ساتھ بھی رہا ہمیشہ نیک خیال پایا اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب

نے جس قدر خدمات اسلامیہ کی ہیں وہ قابل ہزاراں ہزار تحسین وآفرین

ہیں گویا تصانیف کتب اسلامیہ میں اپنے وقت کے امام جلال الدین سیوطیؒ ہیں اور جو حضرات علماء ان کے منکر ہیں ان کو غلطی پر خیال کرتا ہوں۔

فقط ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ

یہ دونوں حوالے ہم نے البرہان فی رد البہتان صفحہ ۲۵، ۲۵ مرتبہ حضرت مولانا علی محمد صاحب مرحوم پوری سے لئے ہیں۔

(۳)۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے ایک شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق سوال کیا۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ تم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق پوچھتے ہو؟ سائل نے عرض کیا جی ہاں انہی کے متعلق۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا وہ حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔

(اسوۂ اکابر صفحہ ۲۴ از مولانا محمد حامد الحق قاسمی صاحب۔ ماخوذ از رشید صفحہ ۳۸ دار العلوم نمبر)

(۴)۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے فرزند ارجمند جناب خواجہ سید غلام محی الدین صاحب گولڑوی سے علمائے دیوبند کے بارے میں سوال ہوا۔ تو انہوں نے حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور (خلیفہ اکبر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو ان دنوں گولڑہ شریف تشریف لائے ہوئے تھے) سے لکھوایا۔

میرا مذہب یہ ہے کہ علمائے دیوبند مسلمان ہیں اور دین کا کام کر رہے ہیں۔ جو شخص ان کے حق میں کچھ برا کہتا ہے اس کا ایمان خطرے میں ہے میرے قبلہ حضرت بڑے پیر صاحب (حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب) کا بھی یہی مذہب تھا۔

(ڈھول کی آواز صفحہ ۹۱ مؤلفہ مولانا کامل الدین رتوکالوی۔ مطبوعہ قاسمی پریس سرگودھا۔ ماخوذ از رشید صفحہ ۳۸)

(۵)۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری کے والد محترم مولانا دیدار علی شاہ صاحب سابق خطیب مسجد وزیر خان لاہور۔ لکھتے ہیں۔

اور مولانا واستاذنا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور محدث سہارنپوری کے فتوے اجوبۂ سوالات خمسہ کی نقل زبان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے۔

(رسالہ تحقیق المسائل صفحہ ۱۳ مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس طبع ثانی ۱۳۳۸ھ۔ ماخوذ از الرشید صفحہ ۳۷۳)

(۶)۔ پیر کامل حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں ان کے خادم خاص جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری لکھتے ہیں۔

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری کے شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی ارادت سے ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

(خزینۂ معرفت باب ۱۴ صفحہ ۲۷۳ المسمیٰ بہ تذکرۂ عاشق ربانی شیر یزدانی۔ طبع ربیع الاول ۱۳۸۹ھ۔ طبع فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور)

افسوس صد افسوس کہ اب جدید طبع میں یہ ساری عبارت حذف کردی گئی ہے جو بددیانتی کی منہ بولتی تصویر ہے ۔ جس دور میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ دیوبند میں تھے اس دور میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ابن شیر خدا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وغیرہ بزرگ بھی دیوبند میں ہوتے تھے ۔ شاید یہی حضرات بقول حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوری وجود کے حامل ہوں ۔

نوری کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انسان نہ تھے فرشتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان حضرات کے وجود سے حق وانصاف ، علم وعمل ، اور تصوف واخلاق کا نور لوگوں میں پھیلا ۔ ولاشك فیه ۔

(۷) حضرت خواجہ پیر قمر الدین صاحب سیال شریف والے فرماتے ہیں ۔
میں نے تحذیر الناس کو دیکھا ، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں ۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے ۔ ختم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین (خانصاحب بریلوی وغیرہ ۔ مصنف) کی سمجھ نہیں گئی ۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے ۔

(ڈھول کی آواز ص۱۱ ماخوذ از المرشید دارالعلوم نمبر ۲۲۲ ، ص ۲۲۲)

(۸) مشہور بریلوی عالم مولوی حافظ غلام محمود صاحب پپلانوالی ضلع میانوالی تکملہ حاشیہ عبدالغفور ۔ از حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حاشیہ تحفۂ سلیمانی صفحہ ۱۱۵ کے حاشیہ ست میں لکھتے ہیں ۔

وقال امام العلوم واستاذ	اور کہا علوم کے امام اور رسمی فنون کے
الرسوم النحریر الاعظم و	استاد وبہت بڑے عالم اور محققین یا رتنے

البحر المعظم سر سور الماہرین وقمقام الفاضلین السابح فی درر المغلقات رئیس المحدثین وتاج المفسرین مولانا محمود حسن دیوبندی ادام اللہ الطاف علی رؤسنا فی حل قول المصنف الحنفی وحکم الاجازۃ الخ

وسعت نا پیدا کنار سمندر، ماہرین کے دانا بزرگ، فاضلین کے سردار، مغلق موتیوں میں تیرنے والے، رئیس المحدثین تاج المفسرین مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ ان کی نوازشوں کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے، مصنف کے قول وحکم المجازۃ کے حل میں الخ

(۹) زمانۂ حال کے مشہور بریلوی عالم جناب مولانا قاضی عبدالنبی صاحب کوکب . مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے حالات میں لکھتے ہیں .

زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے علمائے دیوبند سے اظہار اختلاف کے لئے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا تھا انہوں نے مدرسہ دیوبند کے چید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوے میں انہوں نے اس شرعی[علہ] احتیاط و مراعات کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے

علہ محترم جناب کوکب صاحب کی یہ صریح عبارت بھی بغور ملاحظہ فرمایئے اور پھر ملتان رسالہ رضائے مصطفیٰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۳ میں سر پیٹا ہی رسالہ مذکور کے پیہم اصرار ہے اگر اس عبارت کی جو تاویل بلکہ تحریف ان سے کروائی گئی ہے وہ بھی اہل علم کے دیکھنے کے قابل ہے اگر شوق ہو تو اسی میں ملاحظہ فرمالیں اور حقیقت یہ ہے کہ کوکب صاحب اپنی صریح عبارت کی بھاری چٹان کے نیچے دب کر رہ گئے ہیں ہاتھ پاؤں بڑے مارے ہیں مگر اس سے مخلص نہیں پاسکے اور نہ ان کو اصل مرکزی بات سے راہ فرار ہی مل سکی ہے -

اھ (مقدمہ مقالات یوم رضا صفحہ ۔ مطبوعہ دارالمصنفین لاہور)

علمائے دیوبند تو پہلے ہی سے یہ کہتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی نے دیوبند کے
جید اساطین علم کی تکفیر میں تمام شرعی حدود کو پھاندا ہے اور رسم المفتی کے تمام اصول و
ضوابط کو پامال کر کے محض اپنے تعصب اور جذباتیت کی بنا پر ان کی ظالمانہ تکفیر کی ہے
اور ان اکابر کے خلاف اظہار اختلاف کے سلسلہ میں نہایت ہی مکروہ بے حد خلاف تہذیب
اور خالص عامیانہ طرز و لہجہ اختیار کیا ہے ۔ مگر یہی نظریہ بریلوی مکتبہ فکر کے ایک وسیع
النظر عالم بھی پیش کر رہے ہیں ۔ بقول شخصے ؎

منزلیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں در جاناں پہ جا ملے

نیز یہی بزرگ محترم جناب مولانا کوکب صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ۔

بے شک مولانا احمد رضا خان صاحب کی ذات میں اور ان کے مشن میں ایک
پہلو اور بہت بڑا پہلو جذباتیت کا موجود تھا مگر یہ پہلو اس وابستگی و وارفتگی تک ہی
محدود تھا جو آپ کو تعلق بالرسول کے سلسلہ میں حاصل تھی ۔ کام اور ذمہ داری کے دوسرے
شعبوں میں آپ نے حقیقت پسندی کے پہلو ہی مدنظر رکھے ۔

(ایضاً صفحہ ۱۲)

قطع نظر اس سے کہ کیا یہ تعلق بالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اور وابستگی و
وارفتگی صرف خان صاحب ہی کو لاحق ہوئی تھی یا ہندوستان میں اور حضرات بھی اس
صفت سے موصوف تھے ؟ اور کیا ان دیگر حضرات نے بھی اکابر علمائے دیوبند کے خلاف
یہ ظالمانہ اور مکروہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے ؟ یا یہ صرف خان صاحب ہی کا حصہ تھا ؟
اور صرف نظر اس سے کہ کیا تعلق بالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا نتیجہ اور صلہ یہ
ہوتا ہے کہ توحید و سنت کی دعوت دینے والوں کی تکفیر اور ان کی مخالفت کرنی چاہئے

یا ان کی اس خدمت جلیلہ کی داد تحسین دینی چاہیئے۔ ان سب باتوں سے نگاہ ہٹا کر جناب کوکب صاحب کی اس عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ جناب خان صاحب نے اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر میں حقیقت پسندی کا ثبوت بالکل نہیں دیا اور انہوں نے جو کچھ کہا ہے محض جذباتیت کی منحوس سواری پر سوار ہو کر کہا ہے اس لحاظ سے خان صاحب کے لیے بے بنیاد، نارما، غلط، اور جذباتی فتووں کی پرکاہ حیثیت بھی نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نہ تو ان کے ایسے ظالمانہ فتووں سے علمائے دیوبند کافر ہوتے ہیں اور نہ مسلمان ان کو کافر سمجھتے ہیں۔

ان حضرات کی ساری زندگی ہی اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی روشن شریعت کی نشر و اشاعت میں صرف ہوئی ہے اور ہوتی ہے انہوں نے اس دور میں علوم اسلامیہ کی بقا کی بے حد اور بہترین کاوش اور سعی کی ہے اور اس کے لئے مخصوص طریقے اختیار کئے اور بے شمار مدارس قائم کر کے اس شمع کو روشن کیا ہے ان کی اس علمی شہرت کا سکہ بین الاقوامی حیثیت سے مسلم ہے۔ ان حضرات نے اپنی تن آسانی اور اپنی جملہ اغراض۔ لذائذ اور تمام مرغوبات کو محض لله فی الله قوم کی نذر کر دیا ہے اور ان میں سے ایک ایک فرد گویا بزبان حال یوں کہتا ہے ؎

میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

الغرض ان اکابر علمائے دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ جب جنہوں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی حریم توحید و سنت کی پاسبانی اور کاروان ملت کی رہنمائی کا سخت ترین فریضہ انجام دیا ہے جو خود تو ظالم قانون کے تحت ملک بدر ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، ظالم قوت کے بھڑکائے ہوئے شعلوں میں کود پڑے، توپوں اور بندوقوں کی آگ سے کھیلے، تلاطم خیز طوفانوں سے ٹکرائے، اور جابر برطانیہ کے جاہ وجلال اور جبر و

استبداد کا سرگرم اور مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے بدلے میں آپ صحیح دین خالص توحید، بلا آمیزش سنت، حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سلف صالحین سے صحیح محبت کا شرعی ولولہ، علم و عمل کا بے پناہ عزم وجذبہ اور آزادی کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال کر گئے جن کی مجاہدانہ اور مخلصانہ زندگی کل کی طرح آج بھی روشنی کا مینار ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے یہ نیک کارنامے تا قیامت زندہ رہیں گے۔

مغالطہ دہی خانصاحب جیسے خود اہل حق اور خدام سلسلام کو بلا وجہ کافر کہنے پر جری ہیں، اسی طرح خدا خوفی سے بے نیاز ہو کر علمائے حرمین شریفین کو مغالطہ دے کر اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کرانے میں بھی بڑے مشاق ثابت ہو چکے ہیں۔

چنانچہ خانصاحب اکابر علمائے دیوبند کی عبارتوں میں قطع وبرید کر کے اور مفید مطلب جملے سیاق وسباق سے الگ کر کے اور اپنی طرف سے ان کے معانی اور مطالب بیان کر کے اور اردو عبارات کو عربی عبارت میں ڈھال کر علمائے حرمین سے اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کرائی اور اس کفر بازی کا سارا مضمون اپنی کتاب "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" میں درج کیا۔ اور پھر کیا تھا ہندوستان کے تمام شہروں، اور قصبوں بلکہ دیہاتوں میں بھی اس کی نشر واشاعت کا چرچا شروع کرا دیا اور اہل بدعت سے اس پر خوب داد تحسین حاصل کی اور عامۃ المسلمین کو علمائے دیوبند سے متنفر کر کے ظالم برطانیہ کے ہاتھ خوب مضبوط کئے۔ کیونکہ اس وقت اکابر علمائے دیوبند اور ان کے پیرو ہی جابر برطانیہ کے سامنے سینہ سپر تھے اور مذہبی وسیاسی اور اقتصادی ہر طریق سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور یہی حضرات بفضلہ تعالیٰ عالم اسباب میں مسلمانوں کے مذہب وسیاست اور معیشت کے سنوارنے کے علمبردار تھے۔ اور ظالم انگریز ان کی ان مساعی اور کاوشوں سے بے خبر نہ تھا اور وہ ان کو بدنام کرنے اور ان کی

نیک کوششوں پر پانی پھیرنے والے ہر شخص کو بنظرِ تحسین دیکھتا اور اس کی ہر طرح سے ہمت افزائی کرتا تھا۔

لیکن علمائے دیوبند کی شہرۂ آفاق شخصیتیں اور ان کے علمی کارنامے کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی کہ ان کا کسی کو علم نہ ہوتا۔ جب علمائے حرمین شریفین کو خانصاحب کی اس جعل سازی اور دھوکہ بازی کا علم ہوا تو انہوں نے چھبیس سوالات کا ایک مجموعہ لکھ کر علمائے دیوبند کو بھیجا کہ آپ حضرات کا ان امور کے بارے میں کیا عقیدہ ہے اور رہا ہے؟ چنانچہ ان سوالات کے جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھے اور اس کا نام "المہند علی المفند" رکھا۔ اور یہ مجموعہ ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ کو شائع ہوا۔ اس وقت یہ رسالہ عربی عبارات کو حذف کر کے صرف اردو میں بھی طبع ہو چکا ہے اور اس کا نام "عقائد علمائے دیوبند" ہے۔ اس رسالہ پر چوبیس اکابر علمائے دیوبند کی تصدیق اور دستخط ثبت ہیں۔

خصوصیت سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا غلام رسول صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند، اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قابلِ ذکر ہیں۔ جب علمائے حرمین شریفین نے دیکھا کہ ان تمام سوالات کے جوابات قرآن و حدیث اور مسلک اہلِ سنت کے عین مطابق ہیں، تو خانصاحب کی اس مجرمانہ کارروائی پر ان کو سخت حیرت اور بے حد تعجب بلکہ صدمہ ہوا اور علمائے حرمین شریفین کے علاوہ عربی ممالک کے دوسرے علمائے کرام نے بھی ان کی تائید کی۔ ان کی تصدیقات بھی "المہند" میں موجود ہیں اور اسی کتاب کے مختصر مقدمہ میں یہ الفاظ درج ہیں کہ "علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً

علمائے مصر و حلب و شام و دمشق نے ان کی تصحیح و تصدیق فرمائی اور یہ لکھ دیا کہ یہ عقائد صحیح ہیں ان کی وجہ سے نہ کوئی کافر ہو سکتا ہے نہ بدعتی نہ اہل سنت والجماعت سے خارج ۔ (المہند علی المفند مـــــ)

لیکن باوجود اس پوری تفصیل و تشریح کے سامنے آجانے کے پھر بھی خانصاحب اپنی بے جا ضد اور تعصب پر قائم رہے بلکہ ان کی جذباتی طبیعت کا پارہ اور چڑھ گیا ۔ بہرحال وہ جانیں اور ان کا کام ! ہم تو منصف مزاج حضرات کی خدمت میں اصل حقیقت آشکارا کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ عوام الناس اللہ تعالےٰ کے ان اولیائے کرام سے عداوت اور دشمنی رکھ کر گنہگار اور مستحق عذاب نہ ہو جائیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بچائے ۔ آمین ثم آمین ۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح روشن اور واضح ہے کہ خانصاحب نے کبھی بھی جابر و ظالم برطانیہ کے خلاف جہاد کا فتوےٰ نہیں دیا ۔ اور نہ ہی کبھی انگریز کے خلاف کسی سیاسی تحریک یا کاروائی میں قید و بند کی صعوبت اٹھائی ، بلکہ خانصاحب نے اس تحریک اور ہر اس شخص کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے جو ظالم برطانیہ کے خلاف نبرد آزما رہا ۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما وغیرہ حضرات کی تکفیر زور اور تاروا تکفیر محض اس لئے کی ہے کہ وہ حضرات ظالم برطانیہ سے جہاد میں پیش پیش تھے اور عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر خانصاحب نے ان حضرات کی بعض عبارات کو محض ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے ۔

حضرت مولانا عبید الباری صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی [illegible] [illegible]

خلافت [illegible] کے مسئلہ پر جب علمائے ہند نے [illegible] حاصل کرنے [illegible] [illegible]

انگریز پر کاری ضرب لگتی تھی اس لئے خانصاحب نے حضرت مولانا عبدالباری صاحب
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تکفیر پر اپنا پورا زور صرف کر دیا اور اس طرح انگریز کی بالواسطہ
تائید کی اور انگریز کے ظالمانہ اور جابرانہ دور کے ہندوستان کو دارالاسلام ثابت
کرنا بھی اسی کی ایک کڑی تھی۔ چنانچہ خان صاحب فخریہ طور پر لکھتے ہیں کہ۔

"ہندوستان بفضلہٖ دارالاسلام ہے"۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص۳)

اور اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ خان صاحب نے لکھا ہے۔ جس کا نام۔
"اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام" اور اپنے فتاویٰ رضویہ
جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ میں لکھتے ہیں۔

الجواب۔ ہندوستان اصلح اللہ حالہا بحمد اللہ تعالیٰ ہنوز دارالاسلام ہے
کما حققناہ فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام۔

مشہور مسلم لیگی لیڈر جناب چوہدری خلیق الزمان صاحب لکھتے ہیں۔

علماء کا فتوےٰ | شروع ۱۹۱۹ء میں مولانا عبدالباری نے خلافت کے مسئلہ پر
علماء کے فتاوے حاصل کرنے کے لئے سعی شروع کر دی اور
اس طرح ایک بڑی خدمت انجام دی یہ تمام فتاوے وائسرائے ہند کے پاس بھیج
دیئے گئے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی ترکی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ
انگریز اس کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ صفحہ ۲ اور ترکوں کی امداد کے بھی خلاف تھے یہی
نہیں بلکہ انہوں نے کئی فتوے مولانا عبدالباری پر کفر کے بھی صادر فرمائے تھے۔
ظاہر ہے کہ وہ کسی استفتاء پر جس میں خلافت کو شریعت اسلامی کا ایک اہم ادارہ
تسلیم کیا جائے دستخط نہ کرتے۔ الخ بلفظہٖ۔

(شاہراہ پاکستان ص۲۳۱ و ص۲۳۲ از چوہدری خلیق الزمان صاحب)

کتاب کے اسی صفحہ میں چوہدری صاحب نے آگے تقریباً تینتیس ۳۳ علماء کے کرام

کے نام تحریر کیے ہیں جنہوں نے مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تائید و تصدیق کی تھی۔ ایسے ہی صریح شواہد اور قوی قرائن کے پیش نظر بعض ارباب بصیرت کا یہ خیال ہے کہ خان صاحب انگریز کے ایجنٹ تھے اور ان کا یہ خیال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت مولانا شہیدؒ کے مختصر حالات

آپ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے، نام محمد اسماعیل تھا۔ آپ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۲۲۷ھ) کے بیٹے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے پوتے تھے۔

ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے پڑھی تھیں اور اس کے بعد منطق و معقول کی کتابیں بھی انہیں سے پڑھیں اور ان سے فراغت کے بعد حدیث شریف حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، (المتوفی ۱۲۳۹ھ) سے پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غضب کی ذہانت بخشی تھی۔ آپ اپنے تعلیمی دور میں مطالعہ اور تکرار کی طرف کم توجہ کرتے تھے آپ کی توجہ شہ سواری، تیر اندازی، گولی چلانا، اور گھوڑے پر چڑھنا، ورزش اور جہاد کی تیاری میں صرف ہوتی تھی۔ لیکن بایں ہمہ اساتذہ جب پڑھے ہوئے سبق کا امتحان لیتے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سب ساتھیوں سے آگے نکل جاتے اور مشکل سے

مشکل مقام میں بھی کبھی نہ رکتے ، ان کی اس خداداد قابلیت پر ان کے تمام ساتھی رشک کرتے اور دنگ رہ جاتے تھے ۔ سولہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے تھے ، آپ چھریرے بدن اور متوسط قد کے تھے لیکن بڑے بہادر ، دلیر ، اور جری تھے ۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے گھوڑے کی سواری میاں رحیم بخش صاحب چابک سوار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے سیکھی تھی جو اپنے فن کے امام تھے ۔ وہ پہلے کٹر بدعتی تھے ، پھر مولانا شہیدؒ کے فیضِ صحبت سے پکے موحد ہوگئے تھے اور ان کے ساتھ پشاور کے گرد و نواح میں سکھوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے بعمر سو سال شہید ہو گئے تھے گو عمر زیادہ تھی لیکن نوجوانوں کی طرح باہمت طبیعت رکھتے تھے ۔ جب مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سپاہیانہ فنون کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو دریا میں تیرنا سیکھا ، تین چار سال تک اکثر اوقات دریا ہی میں رہتے تھے اور طلبہ کو سبق دریا کے کنارے پر آکر پڑھا دیتے تھے ۔

اس کے بعد آپ نے پیدل چلنے اور دوڑنے کی مشق کی اور سخت گرمی کے زمانہ میں عین دوپہر کے وقت جامع مسجد دہلی کے سرخ پتھروں کے فرش پر گھنٹوں آہستہ آہستہ چلتے جس سے ابتدائی دور میں پاؤں پر آبلے پڑ گئے کوئی کہتا یہ مجنون ہے ، کوئی کہتا اس کو کسی نے وظیفہ بتایا ہے اور یہ چلہ کرتے ہیں ۔ لیکن اصل بات کچھ اور ہی تھی اور وہ جہاد کے لئے تیاری تھی اور اسی طرح سردی کا موسم معمولی ، کپڑوں میں گزار دیتے ، جب کہ اکثر لوگ لحافوں اور گرم کپڑوں میں بھی سردی کا شکوہ کرتے رہتے اور اسی طرح کم سونے کی مشق بھی خوب کی تھی کہ بعض اوقات آٹھ ، آٹھ ، دس ، دس دن تک نہ سوتے تھے ۔

ان تمام مشقتوں کے ساتھ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ کہنے اور لوگوں کی اصلاح بھی شروع کر دی ۔ ان کے وعظ پر ہنگامے بھی ہوتے رہتے ۔ اور

قبر پرستوں نے ان کو قتل کر ڈالنے کے ناپاک ارادے بھی کئے مگر مشہور ہے کہ جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے۔

صحیح تصوف کے نہ صرف یہ کہ مولانا شہیدؒ قائل ہی تھے بلکہ انہوں نے بڑے بڑے جلیل القدر صوفیائے کرامؒ کی بڑی تعریف کی اور حقیقی تصوف اور سچے صوفیوں کی تعریف میں ضخیم کتاب بھی تصنیف فرمائی جس کا نام "حقیقت تصوف" ہے اس کا تذکرہ مرزا حیرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حیات طیبہ" ص۱۲ طبع ادارہ ترجمان السنہ میں کیا ہے، اور خود حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جو اسی سلسلہ تصوف کی ایک کڑی ہے۔

سکھوں کے خلاف جہاد کا جذبہ

سکھوں کا بابا گرونانک جو قریب ۱۴۶۹ء میں قصبہ تلونڈی میں (جس کو اب ننکانہ کہتے ہیں) پیدا ہوا۔ مولانا شہید علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں اس کے ماننے والوں کا پنجاب میں بڑا زور تھا۔ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی اور مختلف جگہوں سے سکھوں کی مسلمانوں پر زیادتیوں (مثلاً اذان بند کر دینا، مسجدوں کو مسمار کر دینا، مسجد کو مست گڑھ کہنا، مسلمان عورتوں کی آبرو سے کھیلنا وغیرہ وغیرہ) کی افواہیں اور خبریں دہلی میں پہنچتی رہتی تھیں۔ ان خبروں کی تصدیق کے لئے خود مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا انبالہ، پھر وہاں سے امرتسر پہنچے، مسلمانوں کی حالت ہی دگرگوں تھی بے شمار کلمہ گو پیروں اور شہیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔ پیر غیب کے نام پر روزے رکھتے تھے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا نجات دہندہ مانتے تھے۔ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مشکل کشا مانتے تھے۔

ان ہی بدعقیدتیوں اور بدعملیوں کی نحوست یہ ہوئی کہ امرتسر کی دس فیصدی مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں تھیں، بعض میں گھوڑے باندھتے، اور بعض کو انہوں

نے اپنا دفتر بنا رکھا تھا (معاذ اللہ تعالےٰ) اور سکھوں نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص بلند آواز سے اذان نہ کہے اور بعض جگہ مسلمانوں کو مجبور کیا جاتا کہ بکرا ذبح کرتے وقت بجائے اللہ اکبر کے گورونانک کا نام لیں (معاذ اللہ تعالےٰ) مسلمانوں کو یہ جرأت ہی نہیں ہوتی تھی کہ شکستہ مسجد کی مرمت کر سکیں یا نئی مسجد بنا سکیں۔ سرور بار سکھ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم (فداہ نفسی ملکی) کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو مو سّلا کہتے تھے۔ سکھوں کے بچے، مسلمانوں کو دیکھتے ہی سور دا بچہ کہتے تھے۔

ایک موقع پر ملتان کے کچھ مظلوم مسلمان رنجیت سنگھ کے پاس اپنے ظالم حاکم کی شکایت لے کر پہنچے تو بجائے ان کی دادرسی کے گورمکھ کے پول سے ان کی داڑھیاں منڈوا کر اور سارا سامان چھین کر ان کو دربار سے نکال دیا۔ یہ بے چارے روتے ہوئے امرتسر پہنچے تو وہاں شیر سنگھ نامی سکھ نے ان مظلوموں کی پونجی چھین کر انہیں شہید کر دیا۔ اکثر مسجدوں میں ستور رکھتے، گھوڑے اور بیل وغیرہ باندھے جاتے تھے کوئی مسلمان گلے میں قرآن کریم نہ لٹکا سکتا تھا، اگر کوئی ناواقف ایسا کرتا تو وہ قید خانہ بھیج دیا جاتا تھا اور قرآن کریم کو زبردستی لے کر آگ میں ڈال دیا جاتا تھا (العیاذ باللہ تعالےٰ)۔

الغرض پورا پنجاب سکھا شاہی میں مبتلا تھا اور سکھوں کی چیرہ دستی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ بعض شہروں میں آٹھ آٹھ دس دس قرآن کریم روزانہ جلا دیئے جاتے اور غریب مسلمانوں اور مزارعین پر یہ ظلم و ستم ہوتا کہ من مانے طریقہ پر ان کو مجبور دینا پڑتا ورنہ ان کی بیویاں اور بچے سرعام بازار میں نیلام کر دیئے جاتے۔ یہ سارے واقعات حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے امرتسر وغیرہ میں بچشم خود دیکھے، اور موثق ذرائع سے سنے اس قسم کے مظالم صوبہ سرحد میں بھی سکھوں نے جاری رکھے

چنانچہ یوسف زئی قبیلہ کے ایک پٹھان نے امرتسر میں مولانا شہید علیہ الرحمۃ سے یہ ماجرا بیان کیا کہ ہماری بدبختی سے ہم آپس میں لڑ رہے تھے کہ سکھوں نے ہم پر حملہ کر کے ہماری عورتوں، نابالغ بچوں، بیمار مردوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا اور بعض کو آگ میں زندہ جلا دیا۔ اور ہماری مسجدوں میں سور ذبح کئے۔ اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ پشاور جائیں تو یہ ساری کیفیت میں آپ کو بتا دوں۔ اس کی معیت میں مولانا شہید علیہ الرحمۃ امرتسر سے لاہور تشریف لائے اور ایک سرائے میں ٹھہرے لیکن آگے نہ جا سکے یہاں امرتسر سے بھی زیادہ مظالم سکھوں کے انہوں نے دیکھے اور وہاں جہالت اور پیر پرستی کا یہ عالم دیکھا کہ پیر پرست لوگ نمازوں میں بجائے اللہ اکبر کے یا غوث اعظم کہتے تھے پنجاب سے رنجیت سنگھ کے زمانہ میں تقریباً ۵۰ فیصد مسلمان بھاگ کر انگریز کی عملداری میں چلے گئے تھے۔ رنجیت سنگھ اور دوسرے سکھوں کے گھروں میں کھلم کھلا مسلمان عورتیں تھیں۔

لاہور کی شاہی مسجد کے حجروں میں سکھوں کا اصطبل تھا۔ وضو کرنے کے حوض میں گھوڑوں کی لید ڈالی جاتی تھی، اذان، دگاؤ کشی بند تھی معاذ اللہ تعالیٰ ان افسوسناک اور سنگین واقعات کا حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر گہرا اثر ہوا اور انہوں نے دل میں عزم مصمم کر لیا کہ ان وحشی سکھوں سے ضرور انتقام لینا چاہیئے تاکہ اسلام اور اہل اسلام کی سربلندی اور عظمت ظاہر ہو۔ یہ یاد رہے کہ دہلی سے لاہور کا یہ سارا سفر مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے پاپیادہ کیا اور قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں پھر کر خود نہایت احتیاط سے حالات کا جائزہ لیا اور سکھوں کے بعض قلعوں کے نقشے بھی لئے اس سفر میں پنجابی بولنے پر بھی خوب قدرت حاصل کر لی اور مسلمانوں کی اصلاح میں بھی دن رات منہمک رہتے اور سب حالات کا جائزہ لے کر واپس دہلی تشریف لے گئے۔

مخلص رُفقا کی تلاش

حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے مخلص رفقاءَ کی جستجو میں تھے جو سکھوں کے خلاف جہاد میں ان کا کلی تعاون اور نصرت کریں مشہور ہے جوئندہ یابندہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ شہیداً ، جیسے جاں نثار اور مصلح پیر مرحمت فرمائے جن کے دست حق پرست پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو مسلمان ہوئے ، اور لاکھوں مسلمانوں کو گناہوں سے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ ان کے علاوہ لاکھوں افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گو ظاہری علوم میں زیادہ دسترس نہیں رکھتے تھے ، انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف قرآن و حدیث اور تفسیر کی مختصر تعلیم حاصل کی تھی مگر ربانی جلووں نے ان کے دل کو منور کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا شاہ شہید علیہ الرحمۃ جیسے متبحر ادیب بے بدل عالم ان پر فریفتہ ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مزید براں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بہت بڑے جید عالم حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ بمقام خہر سرحد ، جیسے نڈر ، جری ، اور دلیر ، مجاہد ان کو عطا فرمائے۔ حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ ان جیسے متعدد دیگر مخلص ساتھیوں کے ہمراہ ۱۲۴۱ھ میں براستہ راجپوتانہ ، مارواڑ ، سندھ حیدرآباد ، شکارپور ، بلوچستان ، قندھار ، کابل پہنچے (کیوں کہ براستہ پنجاب سرحد پہنچنا سکھ شاہی کی وجہ سے مشکل اور خلاف مصلحت تھا) وہاں ایک بہت بڑے جید عالم اور پیر حضرت ملا محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جن کے لاکھوں مرید ، شاگرد اور عقیدت مند تھے جہاد کے لئے تیار کیا اور ان کی دعائیں اور معونت اور نصرت لے کر پشاور کا رُخ کیا اور ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ کو بمقام خویشگی سکھوں سے جہاد ہوا

ظاہری تناسب کچھ بھی نہ تھا صرف اعلاءِ کلمۃ الحق اور شوقِ جہاد اور جذبۂ شہادت ہی
اس کا باعث تھا۔ نوشہرہ کے قریب مجاہدین اسلام تھے اور اپنے سے دس گنا حریف کے
مقابلہ میں نکلے اور نبرد آزما ہوئے۔ اس معرکہ میں سات سو دشمن مارے گئے اور صرف
سینتیس ۳۷ مسلمان شہید ہوئے۔ اس کے بعد موضع سیدو بستی میں مقابلہ ہوا جس میں
بدھ سنگھ (برادر عم زاد رنجیت سنگھ) کی فوج کے دو ہزار سے زائد سکھ جہنم رسید ہوئے۔

پھر ان مجاہدین اسلام نے حضرو کے مقام پر سکھوں کے خلاف شب خون مارا جس
میں بہت سا سامانِ غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد میدان سیدو میں سکھوں
سے مقابلہ ہوا، مگر شیعہ مذہب کے دو سرداروں نذر محمد اور ولی محمد نے حضرت سید صاحب
علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے باوجود ان سے غداری کی اور کھانے میں زہر ملا
دے دیا۔ آٹھ دن تک حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ بے ہوش رہے اور اس مکاری
کی وجہ سے مجاہدین کی توجہ لڑائی سے ہٹ کر اپنے امیر لشکر کی عزیز زندگی کی طرف لگادی
اور یہ معرکہ بھی ناکام کردیا۔ اسی موقع پر ایک اور شیعی سردار یار محمد نے یہ غداری کی کہ باوجود
بیعت کرنے کے اپنے لنگڑے ہاتھی کے مہاوت کو تلقین کی کہ کسی طرح حضرت سید
صاحب علیہ الرحمۃ کو ہلاک کردے۔ مگر حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے
محفوظ رکھا لیکن مسلمانوں کو اس معرکہ میں سخت جانی نقصان پہنچا۔

یہاں سے ناکامی کے بعد حضرت سید صاحبؒ کے حکم اور سردار حبیب اللہ خانؒ
گڑھی (ضلع ہزارہ) کی استدعا پر ان کے لڑکے کو سکھوں کی قید سے چھڑانے کیلئے حضرت
مولانا شہید علیہ الرحمۃ مجاہدین اسلام کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لے کر علاقہ بالائی پکھلی ڈھنگلہ
پہنچے۔ مٹھی بھر مجاہدین اسلام کا سردار ہری سنگھ نلوہ کے فوجی افسر سردار پھول سنگھ کی چار
ہزار سے زیادہ مسلح اور آزمودہ کار فوج سے مقابلہ ہوا لیکن ان مجاہدین اسلام نے ان کے
چھکے چھڑا دیئے۔ باطل کی اس فوج نے مجاہدین اسلام کے سروں کو جھکانے کی بہت کوشش

کی کہ وہ باطل کے سامنے کب دبنے والے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک بزبانِ حال یہ کہتا تھا کہ ۔ سہ

ستمگروں کے ستم کے آگے شہیدِ حق کا سر جھک سکے گا
شعارِ صادق پہ بسم ہیں نادان جو کہہ رہے ہیں وہی مٹیں گے

اس موقع پر صرف سات مسلمان شہید اور گیارہ زخمی ہوئے اور تین سو سکھ مارے گئے اور پانچسو زخمی ہو گئے ۔ اس کے بعد گڑھی شنگاری سے نصف میل کے قریب جہاد ہوا اس میں دو سکھوں کو بنفس نفیس حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے جہنم رسید کیا اور تیسرے سکھ کی گولی سے حضرت مولانا شہیدؒ کے ہاتھ کی انگلی اڑ گئی مگر اس درد و کرب میں بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر اللہ اکبر کہہ کر سکھوں سے برسرِ پیکار ہوئے ۔ نتیجہ میں سکھوں کے قدم اکھڑ گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ میدان بھی مسلمانوں کے ہاتھ رہا ۔ اور سردار حبیب اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لڑکے کو سکھوں سے نجات ملی ۔ اس کے بعد حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ پھر مقام پنجتار پہنچ گئے جو مجاہدینِ اسلام کا ایک گونہ مرکز تھا ۔ پھر مولانا شہید اور حضرت سید شہید علیہما الرحمۃ دونوں کی قیادت میں دریائے لنڈھ کے پار اتمان زئی میں جہاد ہوا ۔ بارہ تیرہ سو کے قریب مجاہدینِ اسلام تھے اور مقابلہ میں چار ہزار رنجیت سنگھ کی فوج تھی مگر غضب یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر درانی مسلمان تھے جو لالچ میں آکر مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے اس موقع پر حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے بڑی ہی بہادری سے کام لیکر شب خون مارا اور دشمن کے دو توپچیوں کی خود اپنے ہاتھ سے گردن اڑا دی اور اس حکمتِ عملی سے حملہ کیا کہ چار سو سے زائد لاشیں دشمن میدان میں چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا اور اپنے مجاہدوں کو حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے یہ حکم دیا کہ چونکہ درانی مسلمان ہیں اس لئے جب تک ان میں سے کوئی شخص تمہارے مقابلہ میں ہتھیار نہ اٹھائے تم اسے کچھ نہ کہنا

اور اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو جائے تو جو کھانا تم کھاتے ہو اسے بھی کھلاؤ، اور جو لباس خود پہنتے ہو اسے بھی پہناؤ کیونکہ وہ بھی تمہارے مسلمان بھائی ہیں۔

حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ کے اس اعلان اور حسن معاملہ سے آگاہ ہو کر دو ہزار کے قریب سرداروں نے صدق دل سے بدعات سے تائب ہو کر احکام قرآنی پر عمل کرنے کا تحریری عہد کیا۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ اور آپ کے غریب الوطن مجاہدین کی بڑی مالی امداد کی۔ انہوں نے یہ التزام بھی کیا کہ وہ اپنی کمائی کا آٹھواں حصہ مجاہدین سلام کو دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان سرداروں کی وجہ سے عوام پر بھی بڑا اچھا اثر پڑا کہ وہ بھی توحید وسنت کے شیدائی بن گئے۔

لطیفہ اس جہاد میں بعض درانی مسلمانوں نے تو مقابلہ کیا لیکن ایک وفادار ہندو نے جو حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر فریفتہ تھا جس کا نام راجہ رام، قوم راجپوت، باشندہ جیواڑہ تھا اس نے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ کا ساتھ دیا اور بڑی پھرتی سے دشمن پر توپ سے گولہ باری کرتا رہا کہ دشمن کو قدم سنبھالنے مشکل ہو گئے۔

ولبعدہ بمقام پنجتار جہاد ہوا تقریباً چھ ہزار فوج سکھوں کی تھی جس کی کمان رنجیت سنگھ کی طرف سے فرانسیسی جنرل اسوانٹورا کر رہا تھا لیکن اس موقع پر بھی اللہ تبارک وتعالےٰ نے فتح ونصرت مجاہدین سلام کو عطا فرمائی۔ اور یہ جنرل جو لاہور سے یہ عزم لے کر آیا تھا کہ میں سید احمد اور اسماعیل کو زندہ گرفتار کر کے رنجیت سنگھ کے دربار میں لاؤں گا شکست فاش کھا کر بے نیل مرام لاہور واپس چلا گیا۔

اس کے بعد مجاہدین اسلام نے ایک غدار مسلمان خادیخان کے قلعہ ہنڈ پر حملہ کر کے ان غداروں کے خاتمہ کے بعد قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ حاکم پشاور سلطان محمد خان نے سکھوں کے اکسانے پر مجاہدین کے مقابلہ کے لئے پانچ ہزار کی فوج ایک انگریز افسر

کیوں صاحب کو دے کر روانہ کیا۔ مولانا شہید علیہ الرحمۃ کے ساتھ صرف ساٹھ آدمی تھے۔ ظاہر بات ہے کہ ساٹھ آدمیوں کا مقابلہ پانچ ہزار سے کیا معنی رکھتا ہے؟ اس لئے مجبوراً صلح کی گئی کہ ان سے اور ان کے ساتھیوں سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ انگریز افسر نے صلح نامہ پر دستخط کر دیئے مگر سلطان محمد خان نے غداری کی اور ان کو قید کر کے لپشاور پہنچا دیا۔ اس کی اس غداری پر شرمسار ہو کر انگریز افسر اس کی ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ان بے چاروں کو قلعہ میں بند کر دیا گیا۔

ایک دن سلطان محمد خان نے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ کو سامنے لا کر پوچھا جانتے ہو اب تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟

آپ نے بے باکانہ جواب دیا۔ تیری شقاوت قلبی اور بے ایمانی سے یہی توقع ہے کہ ہمیں جام شہادت نصیب ہوگا جس کے ہم مدت سے متلاشی ہیں اور بڑے شوق سے اس کا انتظار کرتے ہیں۔ بقول شخصے ؎

اشنا پیغام دردکا کہنا ۔ جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے ۔ دن بہت انتظار میں گزرے

اس کے بعد ان کو پھر قلعہ بند کر دیا گیا اور سنگین پہرہ لگا دیا گیا۔ مگر ان عالی ہمت لوگوں نے ایک دن موقع پا کر سب قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور اوپر سے اندھیرے میں چھلانگیں لگا لگا کر دشمن میں خوف وہراس پھیلا کر پنجتار پہنچے۔ حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے ان ساتھیوں کی قید پر بے انتہا غمی تھی، مگر اس کے بعد اچانک ان کے آجانے سے خوشی کی بھی کوئی حد نہ تھی۔

اس کے بعد ریاست امب کے غدار پائندہ خان سے مقابلہ ہوا جس نے پہلے یہ عہد کیا تھا کہ میں اپنی پوری ریاست میں قرآن وحدیث کے سارے احکام نافذ کر دوں گا مگر بعد کو غداری کر کے مجاہدین کے خلاف دو ہزار فوج لے کر حملہ آور ہوا، اور ایسی بار

کھائی کہ دریائے اباسین کو عبور کر کے خدا جانے کہاں جا نکلا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے خاصا رقبہ حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ کے زیر حکومت آگیا کہ جس میں قرآن و سنت کے مطابق احکام جاری کر دیئے گئے۔ مقدمات و تنازعات کا فیصلہ قانونِ شرع کے مطابق ہونے لگا اور شریعت مطہرہ کے سامنے لوگوں کے سر جھک گئے اور محکمہ احتساب قائم کر دیا گیا۔ اس کا ایسا اثر ہوا کہ کوسوں تک ڈھونڈنے سے بھی کوئی بے نماز نہیں ملتا تھا۔ ان علاقوں میں پنجتار قلعہ لنڈھو، اور اس کے تمام اضلاع زیدہ، ترجیلا، چھوٹا لاہور وغیرہ وسیع اور سرسبز علاقے شامل تھے۔ رنجیت سنگھ کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ اس نے مسلمانوں کو رشوتیں دے دے کر ان کو مجاہدین اسلام کے خلاف کیا اور پھر چار ہزار تازہ دم پیدل فوج اور ایک ہزار سوار، اور چار توپخانے اور بہت سا سامان حرب دے کر چترّ بائی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ ایک ہزار مجاہدین سلسلام اور دو توپیں لے کر ان کے مقابلہ کے لئے نکلے اور ان کو مار بھگایا۔ سکھوں کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ وہ اسماعیل کا نام سن کر ہی کانپ جاتے تھے اور یہ ایمانی رعب تھا جو کفار پر اللہ تعالیٰ نے طاری کر دیا۔

اس کے بعد آخری جہاد کے لئے حضرت سید احمد شہید، اور حضرت مولانا شہید علیہما الرحمۃ نے کشمیر میں سکھوں کا زور توڑنے کے لئے بالاکوٹ کا رُخ کیا۔

رنجیت سنگھ نے شیر سنگھ کی سرکردگی میں سکھوں کی بیس ہزار فوج دے کر ان کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ مجاہد بالاکوٹ ابھی پہنچے ہی تھے کہ سکھوں کا لشکر بھی آدھمکا۔ آٹھ نو سو مجاہدین کا بیس ہزار کے لشکر سے اور وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں کیا مقابلہ ہو سکتا تھا؟ لیکن بایں ہمہ جو حضرات جامِ شہادت کے لئے بے قرار تھے وہ کہاں لئے بغیر کب رک سکتے تھے۔ خوب معرکہ کا جہاد ہوا اور بالآخر

حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے بعد، ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۱ء بوقت ظہر بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، جس کی مدت سے ان کو آرزو تھی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ بالاکوٹ میں دریا کے کنارے پر جامع مسجد کے قریب مختصر سے قبرستان میں حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کی قبر ہے، اور عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت سید صاحبؒ کا باقی جسم اطہر تو یہاں مدفون ہے۔ لیکن سر مبارک گڑھی حبیب اللہ خان میں دریا کے کنارے پر مدفون ہے۔ جہاں ایک مرقد پر اب بھی یہ لکھا ہے والعلم عند اللہ تعالےٰ، اور بالاکوٹ کے عقب میں شمال مغربی قبرستان میں ایک پہاڑی ٹیکرے کے قریب بلند ٹیلہ پر مجاہد عظیم حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی قبر انور ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کی بے شمار و بے حساب رحمتیں ان پر اور ان کے مخلص ساتھیوں پر نازل ہوں۔ جن کی ساری زندگی تحریری و تقریری اور عملی جہاد میں گزری۔ شرک و بدعت کے مٹانے اور توحید و سنت کے احیاء میں ان حضرات نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ جن کے ان مجاہدانہ کارناموں سے پورے ہندوستان و افغانستان اور قبائلی علاقوں میں توحید و سنت کی شمع آج بھی بحمد اللہ تعالےٰ روشن ہے گو خود تو وہ قبر میں آرام فرما ہیں مگر ان کا بہترین کارنامہ تا قیامت زندہ رہے گا۔ مگر صد افسوس کہ جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ مقصد تمام پورا نہیں ہو سکا۔ اور وہ اپنی آرزوئیں اور حسرتیں دل ہی میں لے کر چلے گئے۔ آہ سے

لحد میں کون کہتا ہے اکیلا نعش ہیں حاتم کو
ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

تاریخ میں آپ کی شادی کا تذکرہ اور آپ کے فرزند محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا نام ملتا ہے جو ۱۲۶۰ھ میں لاولد فوت ہو گئے۔ ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ ان کے مجاہدانہ کارناموں کی طرف اشارہ ہی کیا ہے۔ تفصیل کے لئے طبقہ

کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

نوٹ: یہ سب واقعات، سوانح احمدی، حیات طیبہ، سیرت سید احمد شہیدؒ۔ اور سیرت مولانا شہیدؒ۔ وغیرہ کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

حضرت مولانا شہیدؒ کا مسلک

حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بڑے وسیع النظر اور محقق عالم تھے اپنے زمانہ میں ذہانت وفطانت میں اپنی نظیر آپ تھے جس مسئلہ میں کوئی صریح حدیث پاک مل جاتی تو اس کے مقابلہ میں وہ کسی کی رائے کو وقعت نہ دیتے تھے۔ اور اگر حدیث پاک نہ ملتی تو سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی فقہ کی پابندی کرتے تھے۔ یہ خیال کہ وہ غیر مقلد تھے صحیح نہیں ہے۔ ہاں شرک و بدعت کے وہ سخت مخالف تھے اور تقلید جامد کے جو قرآن و حدیث کے خلاف صرف اپنے پیروں اور مولویوں کی رائج کردہ تھی اس کے منکر تھے۔ اور تمام محقق علماء علی الخصوص علماء احناف کثر اللہ تعالےٰ جماعتہم اسی نظریہ کے قائل تھے۔ اس کی مزید تشریح "الکلام المفید" میں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اس دعویٰ پر دو شہادتیں عرض کر دیں۔ کہ مولانا شہید علیہ الرحمۃ حنفی تھے۔

(۱) حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مقابلہ میں بدعت پسندوں کے ایک طبقہ نے کچھ طلبہ کو دہلی میں برائے مناظرہ بھیجا۔ یہ مناظرہ یا سوال و جواب سیر دہلی صفحہ ۲۳۵ سے صفحہ ۲۴۱ تک مفصلاً مذکور ہے۔ ہم مشہور غیر مقلد عالم ملانا مرزا حیرت صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس کے ضروری اقتباسات عرض کرتے ہیں۔

طلبہ :۔ ہم صرف آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کو کیسا سمجھتے ہیں؟

شاہ شہیدؒ :- آپ نے فرمایا ۔ ایک بڑا زبردست فقیہہ فخر مسلمین خیال کرتا ہوں۔

طلبہ :- جو فقہی مسائل ان کے ہیں آپ انہیں تسلیم کرتے اور مانتے ہیں ؟

شاہ شہیدؒ :- اکثر کو تسلیم کرتا ہوں مگر بعض وہ مسائل جو حدیث میں موجود ہیں ۔

طلبہ :- آپ میں اتنی سمجھ ہوگئی کہ آپ ان کے بعض فقہی مسائل کو ناپسند کرتے اور اکثر کو پسند کرنے کے مجاز ہیں ؟

شاہ شہیدؒ :- نہیں حاشا وکلا یہ میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ میں یہ کہتا ہوں امام اعظمؒ کو جو حدیث نہیں پہنچی اور وہاں انہوں نے اپنی رائے سے بیان کیا اور اس کے خلاف حدیث موجود ہے تو ہمارا فرض ہے کہ حدیث نبویؐ کے آگے امام اعظمؒ کے قول یا رائے کو تسلیم نہ کریں ۔

طلبہ :- اور جو اس کے خلاف کرے اسے آپ کیا کہتے ہیں ؟

مولانا شہیدؒ :- ابھی تک میں نے اس کی بابت غور نہیں کیا پھر بھی اتنا میں کہتا ہوں کہ چاہے میرا خیال درست ہو چاہے نادرست ہو، وہ اچھا نہیں کرتا کیونکہ امام صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ میرے قول کے خلاف کوئی حدیث ملے تو اس میرے قول کو نہ مانو ۔

طلبہ :- کیا امام اعظمؒ حدیث نہیں جانتے تھے ؟

مولانا شہیدؒ :- جانتے کیوں نہیں تھے مگر وہ زمانہ احادیث کی اختراعات (جعلی حدیثیں گھڑنے) کا ایسا غضبناک تھا کہ یکایک ہر حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے ڈرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے اکثر مسائل میں اپنی رائے سے کام لیا ۔ انتہیٰ بلفظہ ۔ (حیات طیبہ صفحہ طبع لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر مسائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ کو تسلیم کرتے تھے ہاں ان بعض مسائل

میں حدیث شریف کو مقدم سمجھتے تھے جہاں حدیث پاک موجود ہوتی تھی اور ان میں کرنا ہی ایسا چاہیے ۔

(۲) ۔ قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے سوال کیا ۔ سوال ۔ جو لوگ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو غیر مقلد کہتے ہیں کہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید نہیں کرتے تھے آپ کے نزدیک یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟ اور مولانا مرحوم کی تالیفات سے اس امر کی تصریح ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

انہوں نے ارشاد فرمایا ۔

الجواب :۔ بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک ، حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے تھے اگر نہ ملی تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرتے تھے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور بندہ نے ان کی زیارت نہیں کی جو مشاہدہ اپنا لکھوں اور ان کی تصانیف سے بھی غالباً یہی نکلے گا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ فقط

• رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۲ طبع جدید برقی پریس لاہور)

اور دوسرے مقام پر حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

اور وہ (مولانا شہید علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی رائے کا مقلد ہوں اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی مشرب تھا ، انتہیٰ بقدر الحاجۃ ۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ نے علمائے پشاور کے نام جو خط لکھا تھا اس ، میں اس کا تذکرہ بھی ہے کہ اس فقیر کا مذہب آباً عن جد حنفی ہے اور اس وقت بھی خاکسار کے تمام اقوال و اعمال احناف کے اصول و قواعد کے مطابق ہیں ان

میں سے ایک بھی ان اصول سے باہر نہیں ہے۔ اھ۔

(سیرت سید احمد شہیدؒ ص۲۱۹ از مولانا ابوالحسن علی ندوی طبع لکھنؤ)

اور ابھی ہم نے اوپر حیاتِ طیبہ کے حوالے سے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ کی اپنی رائے اور بیان عرض کیا ہے کہ وہ حدیث سے ثابت شدہ بعض مسائل کے علاوہ اکثر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ اور مسائل کو تسلیم کرتے تھے اور حنفیت اس کے سوا اور ہے کیا؟

ان حضرات کو وہابی کا لقب دے کر سب سے پہلے انگریز نے بدنام کیا تھا

سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب الحنبلیؒ (المتوفی ۱۲۰۶ھ) کی خشک مزاجی کی وجہ سے کچھ ناگفتنی حالات اور بے اعتدالیاں ظاہر ہوئیں جن کی وجہ سے عرب، معاوذہ دیگر بعض اسلامی ممالک میں اس کا شدید ردِ عمل ہوا۔ اور وہابی تحریک کو بنظرِ حقارت دیکھا جانے لگا۔ حضرت سید احمد شہید اور حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی مجاہدانہ تحریک کا وہابی تحریک سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا وہ اپنے طور پر توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید کرتے تھے ان کا اصل مقصد اسلامی سلطنت کا قیام تھا پہلے ان کا مقابلہ سکھوں سے تھا۔ اس کے بعد ان کا قدم انگریز کے خلاف اٹھنے والا تھا لیکن افسوس کہ انگریز نے جو ابلیسی سیاست سے ان کی کڑی عرب کی معتوب جماعت وہابیوں سے ملا کر عوام کو ان سے بدظن کر دیا اور بہت سے مسلمان جوان پر فدا ہونے کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے یکسر ان کے خلاف ہو گئے۔

چنانچہ مجاہدینِ اسلام کی اس جماعت کا سب سے بڑا دشمن انگریز ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے کہ:

جو کام ہمارے ہتھیار نہ کر سکے وہ ہماری ڈپلومیسی نے کر لیا۔" (انڈین مسلمانز ڈاکٹر ہنٹر)

یہی ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے کہ۔

یہ لوگ مشنریوں کی طرح ان تھک کام کرتے تھے وہ بے لوث و بے نفس لوگ تھے جن کا طریق زندگی ہر شبہ سے بالاتر تھا اور روپیہ اور آدمی پہنچانے کی انتہائی قابلیت رکھتے تھے۔ ان کا کام محض تزکیۂ نفس اور اصلاح مذہب تھا میرے لئے ناممکن ہے کہ عزت و عظمت کے بغیر ان کا ذکر کروں۔ ان میں سے اکثر نہایت مقدس و مستعد نوجوانوں کی طرح زندگی شروع کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے آخیر تک مذہب کے لئے، اپنی جانفشانی اور جوش قائم رکھتے۔ جہاں تک مجھے تجربہ ہے یہ یقینی ہے کہ وہابی مبلغین سب سے بڑے روحانی اور کم سے کم خود غرض قسم کے لوگ ہیں۔

(ایضاً بحوالہ سیرت سید احمدؒ ص ۲۴۲)

ڈاکٹر لوتھراپ اسٹارڈ لکھتا ہے۔

شمالی ہند میں ایک وہابی جانباز سید احمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے پنجابی مسلمانوں کو ابھار کر حقیقتاً ایک مذہبی سلطنت قائم کر لی مگر ان کی ناگہانی موت سے شمالی ہند میں وہابی فتوحات کا امکان جاتا رہا۔ اس سلطنت کو سکھوں نے ۱۸۳۱ء میں برباد کر دیا لیکن جب انگریزوں نے اس ملک کو فتح کیا تب بھی وہابی عقائد کی سلگتی ہوئی چنگاریوں نے بہت کچھ پریشان کیا یہ خیالات عرصہ تک باقی رہے اور [illegible] غدر میں ظاہر ہوتے اور انہی عقائد نے افغانستان اور شمال مغربی سرحد کے وحشی قبائل کو ہمیشہ کے لئے مذہبی تعصب میں رنگ دیا۔

(جدید دنیائے اسلام بحوالہ سیرت سید احمد شہیدؒ ص ۲۴۲)

ان ہی انگریزوں سے یہ لفظ وہابی اہل بدعت نے لیا اور اس کو ایسا چلتا کیا کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی یہ لفظ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ابلیسی سیاست سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

نرالا انکشاف

ایک طرف تو تاریخ کے وہ ٹھوس واقعات جن کو تسلیم کئے بغیر انگریز کو بھی چارہ نہیں ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں نے شہید کیا اور ان کی قبر اقدس آج تک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ اور دوسری طرف بریلوی فرقہ کے مشہور مفتی احمد یار خان صاحب المتوفی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء کی راگنی بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

وہابی انہیں شہید کہتے ہیں کیوں کہ یہ حضرت اسی تقویۃ الایمان کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے دیکھو انوار آفتاب صداقت مگر مشہور کیا کہ سکھوں کے ہاتھوں مرے۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر یا مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہ ہی جگہ سکھوں کا مرکز تھا۔ سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے وہاں یہ مارے گئے۔ معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا اور ان کی لاش بھی غائب کر دی اسی لئے ان کی قبر ہی نہیں ملتی۔ انتہیٰ بلفظہ۔

(دیباچہ جاء الحق صٹ طبع مظہر۔ سبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

داد دیجئے اس انوکھی تحقیق اور انکشاف کی جو خالص تعصب اور ہٹ دھرمی کی پیداوار ہے۔ مشہور ہے کہ بھینگے شخص کو ایک کے دو نظر آتے ہیں (جیسے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کو ایک اسلام کے بجائے دو اسلام اور ایک قرآن کی جگہ دو قرآن نظر آتے ہیں) اور صفراوی بخار میں مبتلا شخص کو کھانڈ اور شہد میں بھی بجائے مٹھاس کے کڑواہٹ ہی محسوس ہوتی ہے۔ یہی حال مفتی صاحب اور ان کی جماعت کے

ایسے افراد کا ہے جن کو اہل حق کی صحیح بات بھی ٹیڑھی ہی نظر آتی ہے۔ بیچ ہے سے

دیدہ لیلیٰ کے لئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور
میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

پہلا اعتراض | حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا درجہ اور مرتبہ بڑے بھائی جتنا تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جتنی تعظیم وتکریم بڑے بھائی کی کرنی چاہیئے اتنی ہی آپ کی کرنی چاہیئے (معاذ اللہ تعالیٰ) حالانکہ یہ نظریہ اسلام اور اہل اسلام کے معتقدات کے بالکل خلاف ہے اور اس میں آپ کی توہین ہے، اور آپ کی ادنیٰ سی توہین بھی کفر ہے۔ چنانچہ خانصاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

"فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے"

(اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام صلا طبع بریلی)

اور پھر آگے تفصیل کے ساتھ چند فرقوں کے نظریات بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے۔ یا تجھے دان کے بدگو، مرکر مٹی میں مل گئے الخ صلا۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ۔ یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں۔ صلا۔

اور مولوی محمد عمر صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں کہ:

تقویۃ الایمان صلا، اولیاء، انبیاء، امام زادہ، پیر و شہید جتنے اللہ کے مقرب

بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگران کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ۔ مولوی محمد عمر صاحب اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ابوداؤد ج ۱ صنت۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم

انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم ۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اور کوئی بات نہیں میں تمہارے باپ کے قائم مقام ہوں تمہیں سکھاتا ہوں ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود اور بقانون الٰہی اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی ۔۔۔ اُمَّهٰتُهُمْ کے بمنزلہ باپ ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں، انتہٰی بلفظہٖ ۔

(مقیاس حنفیت ص ۔۔ طبع الشاکرلیس لاہور)

الجواب: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت مولانا شہید مظلوم رحمۃ اللہ علیہ کی اصل اور پوری عبارت قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیں تاکہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو جائے ۔ حضرت شہید مظلوم علیہ الرحمۃ ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں جس کے عربی الفاظ ہم بنظر اختصار چھوڑتے ہیں اور حضرت شہیدؒ ہی کا ترجمہ اور ان کی تشریح عرض کرتے ہیں ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

ترجمہ مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ، پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو، سو ان کے اصحابؓ کہنے لگے اے پیغمبر خدا! تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں ۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی ۔

(اصل الفاظِ حدیث یہ ہیں اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ ،)

ف : یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسی کو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالٰے نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ خدا کی سی الخ ۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ و ص ۱۰۲ طبع کمال پرنٹنگ پریس دہلی)

اس عبارت میں حضرت شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا ترجمہ کیا ہے " وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ " کہ تم اپنے بھائی کی یعنی میری تعظیم کرو ۔ اور پھر فائدہ لکھ کر بھائی کے لفظ کو مجمل ہی نہیں چھوڑا بلکہ اس میں اپنی دانست اور عقیدت کے مطابق تعظیم اور احترام کا پہلو ملحوظ رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے ہیں ان کی تعظیم و تکریم ہم پر لازم ہے کیونکہ ان کی فرمانبرداری کا ہمیں حکم ہے لیکن نہ تو ان کی بندگی درست ہے کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ آپ کی وہ تعظیم صحیح ہے جو خدا تعالٰے کی سی تعظیم ہے ۔

غور فرمائیں کہ اس عبارت میں کون سی توہین اور بے ادبی آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کی معاذ اللہ تعالٰے حضرت شہید مظلوم علیہ الرحمۃ نے کی ہے کیا حدیث شریف کا ترجمہ کرنا توہین ہے ؟ یا اس میں اَخٌ اور بھائی کے لفظ میں تعظیم و احترام کا پہلو اجاگر کرنا توہین ہے ؟

شرعی اعتبار سے تو ان میں سے کوئی امر بھی توہین کا موجب نہیں کیونکہ خود

اسی حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ فرمایا کہ تم اپنے بھائی (یعنی میری) عزت کرو۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے جب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ اپنے لئے طلب فرمایا تو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا اَخُوْكَ کہ حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں (پھر یہ رشتہ کیسے جائز ہو سکتا ہے) آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا

اَنْتَ اَخِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَكِتَابِہٖ ۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۶۱)

تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب کی رو سے میرے بھائی ہو۔ یعنی یہ رشتہ میرے لئے حلال ہے۔ اس کے بعد رشتہ ہو گیا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ کاش ہم اپنے بھائیوں (یعنی قیامت تک آنے والے اہل ایمان) کو دیکھ لیتے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم میرے صحابی ہو، اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۷ و مسند احمد ج ۲ ص ۵۵)

اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۴۷۴ھ) اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرات صحابہ کرام علیہم

الرضوان کی اخوت کی نفی نہیں کی بلکہ اخوت سے جو بہرحال ان کے لئے ثابت ہے، بڑھ کر ان کی مزید فضیلت اور مزیت کا اثبات ہے کہ تم میں صحابی ہونے کا شرف آنے والوں سے زیادہ ہے۔ اخوت میں دونوں فریق شریک ہیں۔

فهو لاء اخوة صحابة و الذين لم يأتوا اخوة ليسوا بصحابة كما قال الله تعالى انما المومنون اخوة ۔ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۱۲۶)	یعنی یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ہمارے بھائی ہیں اور بعد کو آنے والے جو صحابہ نہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم نے سب حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو علاتی رپدرشریک) بھائی فرمایا۔ الانبیاء اخوۃ لعلات الحدیث (بخاری ج ۱ ص۴۹۰) نیز آپ نے سیدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخونا ومولانا فرمایا (بخاری ج ۱ ص۳۷۱ ومستدرک ج ۳ ص۲۱۱)

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ ایک مرتبہ عمرہ کرنے روانہ ہونے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اشرکنا یا اُخَیَّ فی دعائک ولا تنسنا ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص۲۱۱، ترمذی ج ۲ ص۱۹۵، مسند طیالسی ص۲، ابن سنی ص۱۲۳)

اے میرے چھوٹے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شریک کرنا اور بھلا نہ دینا۔

یہ تو خیر اسلامی اخوت ہے جو آپ کے ارشاد مبارک اور فرمان الٰہی سے ثابت ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالے نے متعدد حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اپنی اپنی امت اور قوم کا بھائی فرمایا ہے حالانکہ ان امتوں کے بیشتر افراد اور اکثریت کفر وشرک پر منحصر رہی اور یہ اخوت قومی اور انسانی درجہ کی تھی مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ ۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا الآیۃ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

الآیۃ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا الآیۃ وَاِخْوَانُکُمْ لُوْطٍ ،

قرآن کریم میں صریح طور پر یہ الفاظ موجود ہیں کون مسلمان اپنی اپنی قوم کیلئے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی اس اخوت کا انکار کرسکتا ہے ؟

الغرض آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی اخوت بارشاد خود، اور بفرمان الٰہی تعالےٰ ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ رہا مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ تو بجا ہے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم امت کے روحانی باپ ہیں اور ان کی اصلاح و تربیت میں باپ کے قائم مقام ہیں نہیں بلکہ جو فوائد جسمانی باپ سے وابستہ ہیں وہ ان فوائد و منافع کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم سے ہر مسلمان کو حاصل ہیں اور اسی روحانی ابوّت کی وجہ سے آپ کی ازواج مطہرات تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور جسمانی کروڑوں مائیں ان پر فدا و قربان ہوں، مگر اس وجہ سے آپ کی دینی اخوت کا انکار کرنا شرعًا بالکل غلط ہے۔ آپ امت کے روحانی قائم مقام اور بمنزلہ باپ کے بھی ہیں اور مذہبی اور دینی لحاظ سے بھائی بھی ہیں جس طرح سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو آپ نے دینی بھائی بھی فرمایا اور ان کی لخت جگر بیٹی سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح بھی کیا۔ حقیقی بھائی کے حکم میں ہوتے تو یہ نکاح کیسے حلال ہو سکتا ؟ اور کس مسلمان سے یہ بات مخفی ہے کہ سیدنا حضرت عثمان غنی، سیدنا حضرت علی المرتضیٰ، اور سیدنا حضرت ابو العاص بن الربیع جن کا نام مقسم تھا، رضی اللہ تعالےٰ عنہم مومن اور صحابی ہونے کے

علاوہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے داماد بھی تھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالےٰ عنہن ان کی مائیں تھیں مگر انہیں ماؤں کی بیٹیوں سے ان کے شرعاً نکاح بھی ہوئے۔ جس معنیٰ میں وہ مائیں ہیں وہ بھی صحیح ہے اور حسب شرعی حکم کے اعتبار سے ازواج مطہرات کی صاحبزادیوں کا ان حضرات سے نکاح ہوا وہ بھی درست ہے اور ظاہر بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ان حضرات کے بھی والد اور باپ تھے اور پھر اسی باپ کی صاحبزادیوں کا ان سے نکاح بھی ہوا۔

بڑی مصیبت یہ ہے کہ اہل بدعت حضرات اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق ایک پہلو کو تو لے لیتے ہیں، اور اس کی وجہ سے شرعاً جو لاتعداد خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ بقول شاعر۔ ؎

خَفِظْتَ شَیْئًا وَ غَابَتْ عَنْکَ اَشْیَاءُ

ایک حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ۔

حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہٖ۔	بھائیوں میں سے بڑے کا چھوٹوں پر وہ حق ہے جو باپ کا اولاد پر ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۱)

اس حدیث شریف میں بڑے بھائی کو چھوٹے بھائیوں کی تربیت، تعلیم، خیر خواہی، ہمدردی اور دلسوزی وغیرہ میں وہ حق دیا گیا ہے جو باپ کا ہے۔ بھائی ہونے کا حق اپنے مقام پر ہے اور باپ کے قائم مقام ہونے کا حق اپنی جگہ پر ہے۔ یہ اہل بدعت کے خبث باطن اور سیاہ دلی کا عبرتناک کارنامہ ہے کہ وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں اور عوام الناس کو یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ معاذ اللہ تعالےٰ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم

کا اتنا ہی حق تسلیم کرتے ہیں جتنا کہ بڑے بھائی کا ہوتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ
اہل اسلام میں سے کسی کا یہ باطل عقیدہ نہیں، ہر مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا وہ درجہ وہ شان اور وہ مرتبہ ہے کہ نہ کسی اور بشر کا ہے
اور نہ فرشتہ کا، نہ کعبہ کا نہ لوح وقلم کا حتیٰ کہ عرش عظیم کا، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی ذات
گرامی کے بعد ساری کائنات اور تمام مخلوقات میں صرف آپ ہی کا مقام اور درجہ ہے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت شاہ اسمٰعیل شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ہی کی چند عبارتیں عرض کر دیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو کیا درجہ
دیتے ہیں؟ اور کیا ان کے نزدیک آپ کا درجہ صرف بڑے بھائی جتنا ہے، معاذ
اللہ تعالیٰ، یا کچھ اور ہے؟ چونکہ خان صاحب بریلوی کے نزدیک "صراط مستقیم"
حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہی کی تالیف ہے اس لئے اس کے بعض حوالے بھی ہم
عرض کئے دیتے ہیں۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

(۱) اور قرآن شریف کی نہایت بندگی اس کی آنکھوں میں سامنے آکھڑی ہوگی اور
ایسی باتیں اگر خود بخود اس کے ذہن میں آئیں تو بہت بہتر اور اصل مدعا ہے ورنہ ان
باتوں کو تکلف سے اپنے ذہن میں لائے وعلیٰ ہذا القیاس ہر سنت کی عظمت کو
سمجھے اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں انکے شفیع ہونے کو یاد کرے اور نماز اور زکوٰۃ
اور روزہ اور حج اور جہاد اور باقی شعائر اسلامیہ کی عظمت کا اعتقاد بھی اسی طرح
کرے اور مطلقاً شرع شریف اور کعبہ اور انبیاء اور رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی تعظیم بھی اسی قسم سے ہے الخ۔ (ص ۱۵ مترجم اردو)

(۲) نیز اس سلوک کے سالک کو چاہیئے کہ انبیاء و اولیاء، بلکہ تمام مومنین کے حقوق
اور تعظیم کے ادا کرنے میں نہایت کوشش کرے کہ وہ سب اس کے واسطے کوشش۔

اور سفارش کریں اور انبیاء اور اولیاء کی سعی اور سفارش تو نہایت ضروری ہے الخ

(صراط مستقیم فارسی ص۱۳۶ و مترجم اردو ص۲۱۵ طبع مجیدیہ دیوبند)

پھر آگے فرماتے ہیں کہ :

اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں پس پیدائش بلکہ علوق کے وقت سے آپ کی آخر عمر تک آپ کے حالات کو یاد کرے کہ اس قسم کی بڑی بڑی ان گنت نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیکنار دریا سے بلا درخواست اور بلا استحقاق اور بلا استدعا کسی کی کوشش اور سفارش کے سوا ہی آنجناب صلی اللہ تعالیٰ وسلم پر کس طرح فائض ہوتی رہیں صرف آپ کے پیدا ہونے سے ہی کتنی برکتیں اور عنایتیں آنجناب کے وجود کے ساتھ جوڑی گئیں اھ ۔

(صراط مستقیم فارسی ۱۳۶ و مترجم اردو ص۲۱۶)

(۲) اور دوسرے مقام پر ہے کہ :

وخلاصہ کلام دریں مقام آں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم را از تمام خلق پیشوا ومحبوب مطلق اعتقاد کردہ بدل وجان راضی بآں شدہ تمامی رسوم ہند وسندھ وفارس وروم راکہ مخالف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد یا زیادتی از طریقہ صحابہ شود ترک نماید و انکار وکراہیت براں اظہار کند اھ

(صراط مستقیم فارسی ص۶۲)

(ومترجم اردو ص۹۶)

اور اس مقام میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق سے بڑھ کر پیشوا اور محبوب مطلق جان کر دل وجان سے اس پر راضی ہو اور ہند وسندھ اور فارس و روم کی ان تمام رسوم کو جو آپ کے برخلاف ہوں یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ پر ان سے زیادتی لازم آتی ہو ترک کر دے اور ان پر کراہت ظاہر کرے ۔

(۳) تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کا ترجمہ کرنے کے بعد اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں۔ ف:۔ یعنی سب انبیاءؑ و اولیاءؒ کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے ان ہی کے بڑے بڑے معجزے دیکھے اھ

(تقویۃ الایمان ص۲۲)

اور پھر آگے ص۲۴ میں ایک آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ و اولیاءؒ کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان کی یہی بڑائی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں اھ "

(۴) ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات رکہ چلنے مانگو اللہ سے ہمارے لئے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ الخ سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے اھ (تقویۃ الایمان ص۵۸، ص۵۹)

(۵) لفظ سردار کا معنیٰ اور مفہوم بیان کرتے ہوئے خاصی بحث کے بعد پھر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ " سو اسی طرح ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں ان معنوں کو لے کر ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہیئے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۰۱)

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید فی سبیل اللہ علیہ الرحمۃ کی ان ، تفصیلی عبارات کی موجودگی میں اگر کوئی بدفطرت اور تیرہ باطن یہ کہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ موصوف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وبارک وسلم کو صرف بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں یا معاذ اللہ تعالیٰ آپ کے فضائل کے منکر ہیں (جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے لکھا ہے کہ اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں ، تو اس کا یہ بہتان وافترا قطعاً مردود ہے ۔

دوسرا اعتراض خان صاحب بریلوی اور ان کے معتقدین نے حضرت مولانا ، شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک ، اعتراض یہ کیا ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم وفات پانے کے بعد قبر میں مٹی ہو گئے ہیں حالانکہ صحیح حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے اجساد کو کھائے ۔

چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ ۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ حدیث تو یہ لکھی رأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ ۔ خود ہی اس کا ترجمہ یوں کیا کہ ۔ بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو آگے گستاخی کی رگ اچھلی خبث آفت کی ۔

(ف ، فائدہ لکھ کر یہ جڑ دیا یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں اس کے حامی اس کے پیرو ایمان سے بتائیں یہ حدیث کے کس لفظ کا مطلب ہے کہاں تو وہ لفظ حدیث کہ اگر تو میری قبر پر گزرے ، کہاں یہ فائدہ خبیثہ کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں ، کیوں یہ کیسا کھلا افترا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں ۔

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ۔

ترجمہ! جو دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے ؛

وہابی صاحبو! ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنے پیشوا کا ٹھکانا بتاؤ۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء الخ

دیکھو کتاب الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ صفحہ طبع برقی پریس شیخ کلاں الہ آباد

اور پھر اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں ۔ وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی الخ ۔

اور مولوی محمد عمر صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ۔ اے ایمان کا دعوے کرنے والو، اور اصلی حنفیت کے مدعیو الخ ۔

(مقیاس حنفیت ص ۲۰۶)

الجواب! پہلے آپ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید فی سبیل اللہ علیہ الرحمۃ ایک حدیث شریف کا عربی عبارت نقل کرکے، یوں ترجمہ کرتے ہیں ۔

ترجمہ! مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ سیدنا حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس، پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں، سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو ۔ تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟ کہا میں نے نہیں ۔ فرمایا مت کرو ۔

ف :- یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں؟ سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے کہ جو مرے کبھی - اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار پھر مرکر خدا نہیں بن گیا بندہ ہی بندہ ہے - انتہیٰ بلفظہٖ -

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تشریح اور تفصیل ہے اور ان کی معنیٰ خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق اور ربط ہے اور ان میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مرکر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں بجز صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو، اور نہ وہ مرکر مٹی میں دفن ہونے والا ہو، اور وہ بجز پروردگار کے اور کس کی ذات ہو سکتی ہے کیونکہ صرف اسی کی ذات حیّ ولا یموت ہے باقی سب مرنے والے ہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ -

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عبارت میں یہ الفاظ کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں، تفصیل طلب ہیں اگر ان کا یہ مطلب ہو و العیاذ باللہ تعالیٰ، کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا جسم مبارک مٹی ہو جائے گا جس طرح کہ اکثر مردوں کا جسم مٹی ہو جاتا ہے جیسا کہ نصوص اور مشاہدہ سے ثابت ہے - تو یہ مطلب یقیناً قابل اعتراض ہے اور صحیح اور صریح حدیث شریف کے خلاف ہے جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے - لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ مراد ہرگز نہیں اور نہ کسی مسلمان کی یہ مراد ہو

سکتی ہے ۔ ان کی مراد صرف یہ ہے کہ آپ وفات پانے کے بعد قبر میں دفن ہونے والے ہیں اور آپ کا جسم اطہر قبر کی مٹی سے ملاقی متصل اور ملنے والا ہے ۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ تعالیٰ آپ کا وجود مبارک مٹی ہونے والا ہے ۔

کسی سائل نے قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا ذکر کر کے آگے یوں سوال کیا ہے ۔ تو یہاں پر شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین (جن کے پیشوا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہیں) یہاں پہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے ؟ مفصل ارقام فرمائیے ! ۔ (حضرت گنگوہی قدس اللہ مرقدہٗ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا)

الجواب ! مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر زمین کے ساتھ خلط ہو جائے جیسا کہ سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہے دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا ، یعنی مٹی سے مل جانا ، تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں ، اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں ۔ چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا ، اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ رشید احمد عفی عنہ ۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد ا صفحہ طبع جید برقی پریس دہلی)

اگر خان صاحب بریلوی اور ان کے اتباع اردو لغت کی کتابیں ہی دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے تو یہ عقدہ بآسانی حل ہو سکتا تھا مگر ان حضرات کے قلوب و اذہان میں اپنے مخالفین کے بارے میں اتنی بدگمانی اور سوءِ ظن ہے کہ ان کی صحیح بات کا بھی الٹا مطلب ہی سمجھ آتا ہے ۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی لکھے اور صفر اوی بخار میں مبتلا

شخص کی مثال عرض کی ہے۔

اردو زبان میں لفظ ملنا کے متعدد معانی آتے ہیں سیاق و سباق اور قائل کی منشاء اور نظریہ کو ملحوظ رکھ کر ہر مقام پر اس کا مناسب معنیٰ لیا جائے گا۔ اردو کی مشہور لغت "نور اللغات" میں ملنا کے یہ معانی لکھے ہیں۔

پیوستہ ہونا۔ ملحق ہونا۔ چسپاں ہونا۔ ایک ذات ہونا۔ (ج ۴ صفحہ ؟)

اور جامع اللغات ج ۲ صفحہ میں ملنا کے معنیٰ دفن ہونا، اور مٹی میں پڑنا لکھے ہیں۔ اور ج ۴ صفحہ میں لکھا ہے۔ مٹی سے مل جانا، دفن ہونا۔ اور منیر اللغات صفحہ ؟ میں ہے۔ خاک میں ملنا۔ دفن ہونا۔ اور سعید اللغات صفحہ مرتبہ منیر لکھنوی میں ہے۔ مٹی میں مل جانا۔ دفن ہونا۔ اور نور اللغات ج ۴ صفحہ میں ہے کہ لفظ "میں" کبھی "سے" کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں "درخت میں باندھ دو" یعنی درخت سے باندھ دو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بھی صاف ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص زبردستی اعتراض کشید کرنا چاہے تو معاذ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کریم کی واضح آیات میں بھی ایسے اعتراضات نظر آسکتے ہیں اور کفار قریش کو نظر آتے رہے۔

تیسرا اعتراض حضرت شاہ شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو "نچے بڑے چمار" کہتے ہیں اور یہ ان کی کھلی توہین ہے۔ چنانچہ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ۔

تقویۃ الایمان پہلی فصل میں اس دعوے کا کہ انبیاء و اولیاء کو پکارنا شرک ہے، ثبوت سنئے صفحہ "ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا، تو ہم کو بھی

چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں میں اس کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے "

مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسے کی زبان سے نکل سکتے ہیں؟ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو الخ (الکوکبۃ الشہابیہ صلا)

الجواب: حضرت شاہ شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے صحیحین کی ایک روایت نقل کی ہے و عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے، بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعود نے نقل کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک؟

فرمایا یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھیرا کر اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔ اس حدیث پاک کو نقل کر کے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فائدہ لکھا ہے:۔

ف۔ یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر پکارنا نہ چاہیئے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اوّل تو یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت برلانے کی طاقت ہو دے یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمارا صاحب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے

رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے

انتہیٰ ملخصاً ۔ (تقویۃ الایمان ص۔ طبع کمال ہند پریس دہلی)

اس ساری عبارت میں کہیں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرات انبیاءٔ کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام کا خصوصی طور پر نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ نام لیا ہے وہ تو عمومی الفاظ استعمال کرتے ہیں " سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا، اور کسی سے ہم کو کیا کام! "

مگر خان صاحب اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ان عمومی اور مجمل الفاظ کو عملی تعیین اور خصوصیت سے حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوۃ والسلام پر چسپاں اور فٹ کر کے مسلمانوں کو دہائی دیتے ہیں کہ مسلمانوں ایمان سے کہنا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ الخ یہ ہے خان صاحب بریلوی کی دیانت اور خدا خوفی کہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے دوسروں کی عبارتوں کے مطلب کشید کرتے ہیں اور پھر دہائی پر دہائی دیتے ہیں اور ملزم دوسروں کو گردانتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی علم عقائد کے ایک مشہور قاعدہ اور ضابطہ سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں یا عمداً اس سے اغماض اور چشم پوشی کرتے ہیں جبھی تو وہ اکثر ایسی صریح غلطیوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں ۔

علمائے عقائد کا یہ ضابطہ ہے کہ بسا اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے اور تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے اجمالی حکم جائز ہوتا ہے اور تفصیلی حکم حرام اور ناجائز ہوتا ہے چنانچہ الشیخ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف المقدسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی سنہ ۹۰۶ھ) لکھتے ہیں کہ ۔

قالوا وما ذکرنا من صحۃ الاطلاق اجمالا لا تفصیلا

علماء کے اس گروہ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اجمالاً یہ کہنا کہ تمام

كما يصح بالاجماع والنص ان يقال الله خالق كل شيئ ولا يصح ان يقال خالق القاذورات وخالق القردة والخنازير مع كونها مخلوقة له اتفاقا وكما يقال له ما في السموت والارض اي ملكها ولا يقال له الزوجات والاولاد لايهام اضافة غير الملك اليه الخ (مسامره ج ۲ صفحہ طبع مصر)

کائنات اللہ تعالیٰ کی مراد ہے، صحیح ہے لیکن تفصیلاً صحیح نہیں ہے کہ کفر ظلم اور فسق اس کی مراد ہے، یہ اسی طرح صحیح ہے جس طرح اجماع اور نص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن تفصیلاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ گندگیوں اور بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے حالانکہ بالاتفاق یہ بھی اسی ہی کی مخلوق ہے۔ اور جیسے یہ درست ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کے لئے ہے یعنی اس کی ملک ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ اسی کے لئے بیبیاں اور اولاد ہے کیونکہ اس اضافت میں غیر ملک کا وہم پڑتا ہے (اس لئے صحیح نہیں)۔

اور یہ قاعدہ حضرت شیخ احمد سرہندی محبوب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے اپنی کتاب معارف لدنیہ صفحہ ۵۰ میں اور حضرت ملا علی ن القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۲ طبع کانپور، میں بھی بیان کیا ہے۔ اور حضرت علامہ احمد بن موسیٰ الخیالی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۸۶۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

ولا شك في صحة اطلاق

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ

مثل خالق کل شئی و	تعالےٰ پر خالق کل شئی کا اطلاق جائز
ملزم خالق القردة و	ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ
الخنازیر مع عدم جواز	بندروں اور خنزیروں کا خالق بھی ہے
اطلاق اللازم ۔	حالانکہ اس لازم کا اطلاق جائز نہیں ہے

(الخیالی صلاا نقل طبع مجتبائی دہلی)

معلوم ہوا کہ بعض اوقات اجمال وابہام کا حکم تفصیل وتفسیر کے حکم سے متفاوت ہوتا ہے اس لئے اجمال پر تفصیل کا حکم لگانا اور خواہ مخواہ دوسروں کو معاذ اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا مرتکب قرار دینا اور عامۃ المسلمین کو ان سے متنفر کرنا سراسر ظلم اور بددیانتی ہے۔

اسی اعتراض سے ملتا جلتا ایک اور اعتراض ملاحظہ ہو

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں۔

تقویۃ الایمان صلاا اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ قرآن کریم (منافقون ۲۸)

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ! اور واسطے اللہ کے ہے عزت اور اس کے رسول کے واسطے اور مومنین کے واسطے اور لیکن منافق نہیں جانتے ہو۔

دیوبندی وہابیوں کے نزدیک تقویٰ بن مذکورہ عین اسلام یہ ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اور بڑے چھوٹے کی شرح تقویۃ الایمان صلا پر اولیاء و انبیاء سے تعبیر کی ہے اور وہاں بڑے بھائی کا مرتبہ دیا اور یہاں تمام انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہہ دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ (مقیاس حنفیت ص۳۳)

الجواب ! اوّلاً تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمالیں پھر جواب پر غور فرمائیے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (پ ۲۱ سورہ لقمان)

ترجمہ ! اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں جب کہا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے

ف :- یعنی اللہ صاحب نے لقمانؑ کو عقل مندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہو گی ؟ اور یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے الخ (تقویۃ الایمان صٓ)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب شہید علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو حق خالص پروردگار کا ہے وہ توحید و عبادت ہے اور خالق کا وہ مخصوص حق کسی اور کو دے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھ دیا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ بے حد نا انصافی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا بڑی بے انصافی ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ اس عبارت سے مقصود شرک کی قباحت اور برائی ہے نہ کہ بزرگوں کی حقارت اور توہین۔

کیونکہ جس طرح بادشاہ کے سامنے چمار بے کس و بے بس اور مجبور و لاچار اور کمزور و ضعیف ہے اس سے کہیں زیادہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز

بے طاقت اور ضعیف وکمزور ہے۔ لفظ ذلیل سے مولوی محمد عمر صاحب نے بزعم خود معاذ اللہ تعالیٰ کمینہ اور بے عزت مراد لی ہے اور پھر اس کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت کریمہ پیش کی ہے یہ ان کی انتہائی اخلاقی پستی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۔ یعنی تمام انسان ضعیف عاجز اور کمزور پیدا کئے گئے ہیں اور بدر کے مقام پر جن حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کمان کر رہے تھے ان سب پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام واحسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ (پ ۴ سورۃ آل عمران)	اور البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل یعنی ضعیف وکمزور اور بے سروسامان تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ذلیل کے معنی کمینہ اور حقیر ہی کے نہیں ہوتے جیسا کہ اہل بدعت نے یہ سمجھ رکھا ہے بلکہ اس کے معنی ضعیف وکمزور اور بے سروسامان کے بھی ہوتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی یہی مراد ہے۔ پہلے تفصیلاً حضرت شاہ صاحبؒ کی اپنی عبارات کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو سارے جہان کا سردار تسلیم کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو تمام مخلوق سے بڑھ کر جیتا اور محبوب مطلق ماننا چاہیے علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چوہڑا اور چمار آخر انسان ہے شرف آدمیت اور رتبہ انسانیت تو اس کو بہرحال حاصل ہے ہی بڑے بڑے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص و احسان کا تعلق قائم کرنے کے لئے کچھ اور بھی فرمایا ہے آخر ان پر کیا فتوے لگے گا؟

دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ کامل شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۶۳۲ھ)

حدیث پاک کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثٌ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ =

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تمام لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں۔

(عوارف المعارف علی ہامش احیاء العلوم ج ۲ صفحہ ۲۳۶ طبع مصر)

لیجئے! صاحب سلسلہ بزرگ نے کیا بات نقل کر ڈالی کہ ایمان ہی کسی کا کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ یقین نہ کر لے کہ تمام انسان نفع وضرر کے مالک نہ ہونے میں مینگنیوں کی طرح ہیں اور گویا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کو کچھ بھی نہ سمجھے اور اسی ایمان ویقین رکھے۔

(۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۷۲۵ھ کے ملفوظات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ۔

ایمان کسے تمام نشود تا ہمہ خلق نزد او این چنیں ننماید کہ پشک شتر۔

(فوائد الفواد ص ۳)

ترجمہ! کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو تمام مخلوق ایسی نہ دکھائی دے جیسے اونٹ کی مینگنی۔

چوہڑا اور چمار تو آخر انسان ہیں، یہاں بات ہی کچھ اور نکل آئی کہ ایمان ہی کسی کا مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو۔ اب بریلوی حضرات ہی از روئے انصاف ودیانت (بشرطیکہ ان کے پاس یہ دولت ہو) یہ فتویٰ دیں کہ ہم ان دو بزرگوں کو کیا سمجھیں مسلمان یا کافر؟ محب انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا توہین کنندہ؟ کیوں کہ انہوں

نے تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اونٹ کی مینگنی سے تعبیر کیا ہے جو بات ان میں سے صحیح اور سہل ہو اس کو قبول کریں ۔

من نگویم کہ ایں مکن آں کن ۔ مصلحت بیں و کار آساں کن

دعا ہے کہ پروردگار اہل بدعت کو انصاف و دیانت اور فہم و خدا خوفی کی دولت سے نوازے یہ تمام جھگڑے ہی تعصب اور غلو اور شکم پروری کی پیداوار ہے ورنہ علم و دیانت کی موجودگی میں سب اختلافات رفع ہو سکتے ہیں ۔

تقویۃ الایمان کی کچھ اور عبارات بھی ایسی ہیں کہ جن کو اہل بدعت حضرات اہل حق سے تنفر دلانے کے لئے خوب اچھالتے اور اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں مگر اہم اور بنیادی عبارتیں ہم نے عرض کر دی ہیں کچھ دار دل کے لئے ان میں خاصی عبرت اور بصیرت کا سامان موجود ہے نہ ماننے والے کے لیے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں ۔

چوتھا اعتراض خاں صاحب بریلوی حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بزعم خود کفریات کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

کفریہ ۱۲ و ۱۳ یہ کفریہ انتہائیں سب سے بدتر خبیث صراط مستقیم ص ۹۵ ، بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے قلب انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود مے شود بشرک میکشد ۔

مسلمانو ! مسلمانو !! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلمات کو غور کرو محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمات بالائے ظلمات ہے کسی
فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی بدتر ہے اپنے بیل یا
گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ ہاں واقعی رنڈی نے تو
دل نہ دکھایا، گدھے نے تو اندرونی صدمہ نہ پہنچایا، نبیا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم میں وخاتم النبیین پڑھ کر تازی نبوتوں کا دربار جلایا۔
ان کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو، ان کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو، مسلمانو! اللہ
انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے حاش للہ الخ۔

(الکوکبۃ الشہابیہ ص۳۰)

اور نیز لکھتے ہیں کہ۔ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے الخ (ص۳۰)
اور اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: "اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر" الخ پھر
آگے لکھتے ہیں۔

مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ
ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے ایذاء نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ
واللہ انہیں ایذا پہنچی واللہ واللہ جو انہیں ایذاء دے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ جبار
و قہار کی لعنت الخ (ص۳۱، ۳۲)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ: "اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ
بھی نہیں الخ (ص۳۲)۔"

خان صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت شاہ
اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی کھلی گستاخی
کی ہے اور صریح الفاظ میں گالی دی ہے کہ اس میں کسی تاویل کی جگہ بھی نہیں ہے، اور

خدا کی قسم اس سے آپ کو اذیت بھی پہنچی اور اس کی اطلاع بھی آپ کو ہوئی ۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی یہ اعتراض "مقیاس حنفیت" صفحہ ۲۱۲ میں ذکر کیا ہے ۔

الجواب ! آپ پہلے "صراط مستقیم" کا مکمل مضمون سن لیں ، پھر جواب ملاحظہ کریں ۔ ہم نے عوام کے فائدہ کے لئے "صراط مستقیم" مترجم اردو پر اکتفا کیا ہے ضروری حصہ ہم فارسی کا بھی عرض کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

دوسری ہدایت عبادت میں خلل انداز چیزوں کے تفصیلی ذکر اور ان کے علاج کے بیان میں ۔ اور اس میں تین افادے ہیں ۔

پہلا افادہ ۔ نفس اور شیطان دونوں نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں ۔ نفس تو اس طرح سے کہ سستی کرتا ہے اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کے ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے تاکہ جلدی فراغت حاصل کر کے سو رہے یا آرام کرے اور اپنی مجوزہ چیز میں مشغول ہو جائے اور نماز کے پڑھنے میں قیام اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ مسنون طور پر نہیں کرتا ، بلکہ لاغر اور فالج زدہ لوگوں کی طرح کہ اس کے اعضاء میں سستی اور استرخاء پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے اعضاء کو ارکان نماز کے ساتھ بے پرواہی کی وجہ سے کیف ما اتفق یا جس طرح اس کی بدنی راحت کے مناسب ہو رکھتا ہے اور اسی طرح تپ زدہ لوگوں کی مانند حواس باطنہ کی پراگندگی اور وہم اور خیال کی پریشانی اس کے معترض حال ہو کر نماز کی طرف قوائے باطنہ اور اعضائے ظاہرہ کی توجہ میں بڑا خلل ڈالتی ہے ولیکن شیطان وسوسہ ڈال کر خلل اندازی کرتا ہے اور نماز کی شان میں سبکی اور اس سے بے پرواہی اور اس کو چنداں کار آمد نہ جاننا اس کے بدترین وساوس سے ہے اور یہ وسوسہ فرض کے استخفاف اور انکار کی وجہ سے بہت جلدی کفر تک پہنچا دیتا ہے اور آدمی کو کافر بنا دیتا ہے اور اس کا ادنیٰ وسوسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس کی ہم کلامی اور مناجات کی لذت سے اس طرح غافل کر دیتا ہے

کہ رکعتوں یا تسبیحوں کی گنتی کو اچھی طرح جاننا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ کوئی غلطی یا سہو واقع ہو جائے۔ اور قرآن کے حافظ کو غلطی سے بچنے کے واسطے متشابہات قرآنی کے خیال میں ڈال دیتا ہے باوجودیکہ وہی نماز خواہ ایک دفعہ یا دو دفعہ یا سو دفعہ آزما چکا ہوتا ہے کہ لقائے حضور میں نہ تو رکعتوں اور تسبیحوں کی تعداد میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے اور نہ قرآن میں تشابہ واقع ہوتا ہے یہ شیطان کا مکر ہے اور رکعتوں اور تسبیحوں اور متشابہات کا یاد دلانا تو اس کا مقصود نہیں بلکہ نمازی کو اس کے اعلیٰ مرتبے سے ادنیٰ کی طرف اتارنا مقصود ہوتا ہے یہاں تک کہ کشاں کشاں لیئے اصلی مقصود تک جا پہنچاتا ہے اور اس مردود کا اصلی مقصود یہی انکار اور کفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وہ مقصود پورا نہ ہو تو لاچار ہو کر بمقتضائے اِذَا فَاتَكَ اللَّحْمُ فَاشْرَبِ الْمَرَقَةَ یعنی جب گوشت ہاتھ سے جاتا رہا ہو تو شوربا ہی سہی وہی پی لو، آہستہ آہستہ گاؤ خر کے خیال کی طرف لے جاتا ہے حتیٰ کہ یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ

بزبان تسبیح و در دل گاؤ خر ۔ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

گاؤ خر تو ایک مثال ہے حضور خدا تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہو خواہ گاؤ خر ہو خواہ گدھا ہو ہاتھی ہو یا اونٹ سب کا یہی حکم ہے۔ طالب علم یہ نہ سمجھیں کہ صیغوں اور ترکیبوں میں ہماری سوچ بچار اس قبیل سے نہیں افسوس افسوس بلکہ یہ تو گاؤ خر کے خیال سے بھی نماز کا زیادہ مخل ہے اور دانش مند لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن میں سے غریب مسائل کے استخراج کا فکر نماز کی تکمیل ہے بلکہ یہ اس کا ناقص کرنا ہے، اور اہل مکاشفات یہ خیال نہ کریں کہ نماز میں شیخ کے تصور یا ارواح اور فرشتوں کی ملاقات کی طرف توجہ کرنا بھی اس نماز کا حاصل کرنا ہے جو مومنوں کے لئے معراج ہے نہیں ہرگز نہیں نماز میں یہ توجہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے خواہ خفی ہو یا اخفیٰ، یہ بھی نہ

سمجھنا چاہیے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح و فرشتوں کا کشف نماز میں
برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمت کو اسی کی طرف متوجہ کر دینا اور نیت
میں اسی معنی کو ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے اور خود بخود مسائل کا
دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور
حق مستغرق با اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں
پس یہ ان کے حق میں ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقعہ پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی
نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے آگیا ہے، ہاں حاجتوں
کی وہ دعائیں جو با کمال نمازی سے مطلق بے نیاز کی ذات میں حاجت روائی کے
منحصر ہونے کے اعتقاد کے باعث عین نماز میں صادر ہوتی ہیں اسی قبیل سے
ہیں یعنی نماز کے لیے کمال ہے گو وہ قبیل حاجتیں معاش ہی کے متعلق ہوں اور
اپنی حاجتوں کے بارہ میں نفس کے ساتھ مشورے کرنا قبیح وسوسوں اور نماز کے نقصان
میں سے ہے اور جو کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر
کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لیے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے
میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لیے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق
رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ
وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی اس لیے وہ تدبیر اللہ جل شانہ
کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر
کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس
شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔

ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُہَا
فَوْقَ بَعْضٍ از وسوسہ زنا خیال
مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف
ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از
معظمین گو جناب رسالت مآب
باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق
در صورت گاؤ و خر خود است کہ خیال
آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان
مے چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آں
قدر چسپیدگی مے بود و نہ تعظیم بلکہ مہان
و محقر مے بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در
نماز ملحوظ و مقصود مے شود بشرک میکشد
بالجملہ منظور بیان تفاوت مراتب
وساوس است انسان را باید کہ آگاہ شود
بہیچ عائق از قصد حضوری حق منجم و بس
نگردد و غرض دریں مقام علاج ایں
مخل است بر وضعیکہ فہم ہر کس و ناکس
بآں رسد الخ ۔

(صراط مستقیم فارسی صفحہ ۔)

ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُہَا
فَوْقَ بَعْضٍ یعنی اندھیرے ہیں درجے
میں بعض سے اوپر بعض ہیں ، زنا کے وسوسہ
سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر
ہے اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف
خواہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وبارک وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو
لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت
میں مستغرق ہونے سے برا ہے کیوں کہ
شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل میں چپٹ جاتا ہے اور
بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر
چسپیدگی یعنی تعلق اور لگاؤ ہوتی
ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے
اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ
ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے
حاصل کلام اس جگہ وسوسوں کے مرتبوں
کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے ۔
انسان کو چاہیئے کہ آگاہی حاصل کر کے
کسی مانع کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور
سے نہ رکے اور نہ پیچھے ہٹے اور اس

موقعہ پر اس خلل کا علاج اس طرح سے
بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس و ناکس اس
کو سمجھ سکے اھ

(صراطِ مستقیم مترجم اردو ص۹ ، ۱۲۲ ، ۱۹۰ ء)

اس پوری عبارت کو ملحوظ رکھ کر ذیل کے امور کو پیش نظر رکھیے۔

(۱) ۔ کتاب "صراطِ مستقیم" حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف و تصنیف نہیں بلکہ یہ کتاب حضرت شاہ سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں اور حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ نے حضرت سید صاحبؒ کے یہ ملفوظات جمع کیے ہیں اور ان کی حیثیت صرف ایک جامع کی ہے مؤلف و مصنف کی نہیں ۔ چنانچہ کتاب کے سرورق پر یہ الفاظ موجود ہیں ۔

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب فضائل انتساب حاوی ملفوظات حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ موسوم بہ "صراطِ مستقیم" ۔
جمع کردہ ۔ عالم نبیل عارف جلیل مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "

(۲) ۔ صراطِ مستقیم میں حضرت سید صاحب شہید علیہ الرحمۃ کے سارے ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ ہی کے جمع کردہ نہیں بلکہ ان میں کچھ اوراق مجاہد جلیل حضرت مولانا عبدالحئی صاحب داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے علیہما کے جمع کردہ بھی ہیں ۔ چنانچہ اصل کتاب ہی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ۔

اور اس کتاب کی اثنائے تحریر میں چند اوراق جناب افادت مآب قدوۃ فضلائے زمان زبدۂ علمائے دوران مولانا عبدالحئی ادام اللہ برکاتہ جو حضرت سید صاحب

(علیہ الرحمۃ) بارگاہ عالی کے ملازموں کے سلک میں منسلک ہیں سے لکھے ہوئے ہیں جن میں چند مضامین ہدایت آگین حضرت سید صاحب (علیہ الرحمۃ) کی زبان سے سن کر مولانا صاحب نے تحریر کئے تھے پس ان اوراق کو علا لئے بے دود اور غنیمت بے مشقت سمجھ کر اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے باب میں بعینہ درج کر دیا ۔ الخ (صراط مستقیم مترجم اردو ص۳)

(۳) جس عبارت کو خان صاحب نے لے کر از روئے تعصب و عناد حضرت شاہ شہید مظلوم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر محض بے بنیاد اعتراض کیا ہے وہ باب دوم کی ہے جو فارسی نسخہ کے ص۳۹ سے شروع ہو کر ص۱۰۱ پر ختم ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ باب دوم کی یہ عبارت ان اوراق کی ہو جن کو حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جمع کیا ہے ۔ دریں حالات علی التعیین بعینہ اور قطعیت کے ساتھ اس کو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی بتانا اور ان کی تذلیل و تحقیر کے درپے ہونا اور اس عبارت کو قطعی طور پر بزعم خود ان کے کفریات میں شمار کرنا سراسر ظلم ہے اگر اس عبارت میں معاذ اللہ تعالےٰ کوئی توہین ہے تو پہلے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو کافر قرار دینا چاہیے بالعیاذ باللہ تعالےٰ، کیونکہ ملفوظات تو ان کے ہیں اور اگر محض جامع ہونے کی وجہ سے کافر قرار دینا ہے تو (معاذ اللہ تعالےٰ) حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے کہ شاید یہ عبارت ان اوراق کی ہو جو انہوں نے جمع کئے ہیں ۔ لیکن عموماً اہل بدعت حضرات بشمولیت خان صاحب اس عبارت کی وجہ سے صرف حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کو کافر کہتے اور کہتے ہیں اور یہ بات تحقیق اور دیانت سے کوسوں دور ہے کہ کسے کوئی اور بھرے کوئی ۔ لیکن ان کو اس سے کیا غرض ان کا مقصد تو عوام

کو اہل حق سے متنفر دلانا ہے۔ سے

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے

(۴)۔ اس عبارت میں جو گاؤ وخر کے الفاظ موجود ہیں اس سے بیل اور گدھا ہی علی التعیین مراد نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے سوا جو کچھ بھی ہو زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ، حوریں ہوں یا فرشتے، انسان ہوں یا جن اچھی چیزیں ہوں یا بری سب مراد ہیں، چنانچہ اس عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ "گاؤ وخر تو ایک مثال ہے حضور خدا تعالےٰ کے سوا جو کچھ ہو خواہ گاؤ ہو خواہ گدھا، ہاتھی ہو یا اونٹ سب کا یہی حکم ہے"

خانصاحب بریلوی اور ان کے پیرو کاروں کا لفظ گاؤ وخر سے علی التعیین بیل اور گدھا مراد لے کر قائل کی مراد کے خلاف خواہ مخواہ بیل اور گدھے سے تقابل کر کے عوام کے مذہبی جذبات کو ابھارنا اور اس عمومی تعبیر کو صرف بیل اور گدھے کے خیال پر ہی بند کر کے قائل سے متنفر دلانا شرمناک قسم کی بددیانتی اور تَوْجِیْہُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ کا مصداق ہے۔

(۵)۔ اس عبارت میں اس کی بھی تصریح موجود ہے کہ ارواح و فرشتوں کا کشف وخیال اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا نماز کیلئے مضر اور مخل نہیں ہے یعنی مثلاً اگر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی روح مبارک کا اور اسی طرح دیگر حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح کا یا فرشتوں کا سنوح کشف وخیال خود بخود نماز میں آجائے یا خود بخود عجیب وغریب مسائل دل میں پیدا ہو جائیں تو ان سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا بلکہ یہ ایک بڑی نعمت ہے جو کاملین کو حاصل ہوتی ہے چنانچہ اسی عبارت میں تصریح موجود ہے کہ۔

" اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق با اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہاں ان کے حق میں ایک ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقعہ پر مجسم ہوگیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے، سامنے آگیا ہے "۔

اس تفصیلی عبارت میں صراحت ہے کہ خود بخود مسائل و ارواح اور فرشتوں کا خیال نماز کے لئے مضر نہیں بلکہ یہ تو فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو با اخلاص لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا خان صاحب اور ان کے مریدین کا یہ کہنا کہ صراطِ مستقیم کی عبارت میں خیال آنے کو نماز کا مخل بتایا گیا ہے قطعاً غلط اور متکلم کی مراد کے سراسر خلاف ہے کیونکہ خیال کا خود بخود آنا اور چیز ہے اور قصداً خیال لانا جو صرفِ ہمت کے درجہ کا ہو اور چیز ہے۔

(۴) ، اس افادہ اور عبارت میں اصل مقصود یہ ہے کہ نماز کو صحیح معنی میں نماز بنایا جائے کہ اس میں قصداً و ارادۃً صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اجلال ہی مقصود نظر ہو اور اس انداز سے نماز کو ادا کرے کہ نفس اور شیطان کے تمام حربوں کو بے کار کر کے، اپنی باطنی نگاہ اور دھیان صرف رب العزت کی طرف رکھے اور اس طریق سے نماز پڑھے کہ گویا وہ آنکھوں کے ساتھ پروردگار کو دیکھ رہا ہے اور اس تصوفانہ عبارت میں گویا اس صحیح حدیث شریف کا مطلب اور مضمون ادا کیا گیا ہے جس میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بصورت ایک اجنبی سائل کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے چند سوالات کئے تھے جن کے آپ نے جوابات مرحمت فرمائے ان میں سے ایک یہ تھا۔

قال فاخبرنی عن	اس نے دریافت کیا کہ آپ مجھے،

الاحسان ؟ قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك ۔ الحديث
(بخاری ج ۱ ص۱۲ ، ومسلم ج ۱ ص۲۷ ، ومشکوٰۃ ج ۱ ص۱۱ وسوارد الظمآن ص۳۵)

اخلاص کے بارے میں خبر دیں ؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے ، اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا (یعنی یہ درجہ تجھے حاصل نہ ہو) تو بے شک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے ۔

یعنی عابد کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت کو ، اور ظاہر امر ہے کہ تمام عبادات میں نماز کو اولین مقام حاصل ہے ، ایسی پرسرور اور وجد آفرین بنائے کہ گویا وہ رب العزت سے ہم کلام ہو رہا ہے اور اس کے جمال اور حُسن کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے اور اس کو ایسا استغراق اور حضور حاصل ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز و بے پرواہ ہو کر اگر تعلق اور لگاؤ رکھتا ہے تو صرف اپنے سچے آقا ، اپنے معبود برحق اور اپنے محبوب حقیقی سے اس موقع پر اگر اس کے سامنے کوئی چیز ہے تو صرف رب ذوالجلال کا جمال ہے اگر وہ دیکھ رہا ہے تو صرف اسی کو ، اگر وہ ہم کلام ہے تو صرف اسی سے اور وہ یقین کرے کہ وہ اپنے محسن اور منعم کے دیدار سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور دنیا و مافیہا کی اس کو مطلقاً کوئی خبر ہی نہیں اور نہ دنیا کی کسی چیز کی طرف اس کا دھیان ہے ۔ بقول حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ ؎

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
متی ما تلق من تہوی دع الدنیا وما فیہا

(یعنی اگر تو اس کی حضوری چاہتا ہے تو اس سے غائب نہ ہو لے حافظ جب تو اپنے محبوب سے مل گیا تو دنیا و ما فیہا کو چھوڑ دے)

اور اگر کسی کو یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یہ یقین تو کرے کہ پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کے دربار میں اس کے سامنے حاضر ہو کر اس کی عبادت کر رہا ہوں۔

صراطِ مستقیم کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور ماحصل یہی مضمون مطلب ہے۔ اور کسی سمجھ دار پر یہ مخفی نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔ اس عبارت میں تصریح ہے کہ خود بخود ارواح و فرشتوں اور مسائل کا کشف وسوسہ اور خیال، نماز کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس میں انسان کے قصد اور ارادہ کا دخل ہی نہیں اور یہ خیال غیر اختیاری طور پر آتا ہے۔ ہاں غیر اللہ کی طرف نماز میں تصرف ہمت یعنی قصداً اپنی پوری توجہ ماسوی اللہ کی طرف مبذول کر دینا نماز کے لیے مضر ہے اس لیے کہ جب کسی نے اپنے ارادہ سے اپنی پوری توجہ غیر اللہ کی طرف صرف کر دی تو جس کی بندگی اور عبادت میں مصروف تھا اور جس کے لیے نماز پڑھ رہا تھا اس سے غفلت اور بے پرواہی برتی اور ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ نماز و بندگی اور عبادت تو ہو پروردگار کی لیکن پوری توجہ ہو دوسری طرف اور اپنے حقیقی آقا سے بے نیازی ہو، گو غیر شعوری پر ہی سہی، تو ایسی نماز کیا نماز ہو گی؟ اور ایسی عبادت کو عبادت کا درجہ کیا حاصل ہو گا؟ یہ تو اس کا مصداق ہے کہ۔ ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ؛ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص دنیا کی کسی عدالت میں کسی جج اور مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہو اور اس کو بیان دے رہا ہو مگر وہ بجائے اس سے ہمکلام ہونے کے عدالت کے وقت میں جج کی موجودگی میں کسی اور سے کلام کر رہا ہے یا جج کی طرف توجہ کرنے کے بجائے قصداً کسی اور طرف دیکھ رہا ہے تو بہت ممکن ہے کہ اس پر توہین عدالت کا مقدمہ چلے اور وہ اپنے کیے کا خمیازہ بھگتے۔ یہ برائے نام حاکم اس احکم الحاکمین کے مقابلہ میں اور یہ مجازی عدالتیں رب العزت کی سچی عدالت کے مقابلہ

میں کیا رفعت رکھتی ہیں ؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر آسمان سے فوراً بجلی گرتی اور وہ بھسم ہو جاتا ، آندھی آتی اور اس کو کسی گمنام کنوئیں اور گڑھے میں پھینک دیتی ، آسمان سے پتھر برسائے جاتے اور اس کا بھیجا نکال دیا جاتا ، آگ آتی اور اس کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ، زمین شق ہوتی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا ۔ مگر پروردگار تو ارحم الراحمین ہے وہ باایں ہمہ اس سے درگزر فرماتا ہے ۔ آخر میں اگر توبہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا ورنہ وہ دیرگیر و سخت گیر ہے مر تو اتوبہ ہی ۔

صراط مستقیم کی اس عبارت میں جس پر خانصاحب بریلوی اور ان کے چیلے اعتراض کرتے ہیں صرف ہمت کے الفاظ چمکدار ستاروں کی طرح جھلک رہے ہیں ۔

حَـكَانَتْ كَوْحَبَتْ دُرِّيٌّ اور جس کے معنی آپ نے اپنی ہمت کو لگا دینا پڑھے ہیں ۔ اس کے معنی محض تصور اور خیال آنا کے نہیں ، جیسا کہ خان صاحب بریلوی اور ان کے متوسلین کرتے ہیں بلکہ وہ ایسا خیال ہے جس میں قصداً اور ارادۃً اپنی پوری ہمت لگا دی جائے ۔ بعض صوفیائے کرام کے نزدیک شغل برزخ ، شغل رابطہ اور صرف ہمت ایک خاص اصطلاح ہے وہ یہ کہ اپنی توجہ کو شیخ کی طرف یکسو کرنے کے لئے ہر قسم کے خیالات اور خطرات سے اپنے دل اور ذہن کو خالی کر کے صرف اپنے شیخ ہی کی صورت کو دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اس انداز سے پیش نظر رکھے کہ گویا وہ حاضر ہے اور اس کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف دھیان نہ ہو ، بس وہی شیخ دل میں سمایا ہوا ہو ، اور دل میں صرف اسی کے لئے جگہ ہو اور اس طرح تصور شیخ کے بارے میں ارباب فتویٰ کا خاصا اختلاف ہے کچھ حضرات اپنی شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے حق میں ہیں اور بعض حضرات اہل اور غیر اہل کا فرق کرتے ہیں اور اصحاب بصیرت اور محتاط بزرگ اس سے منع کرتے ہیں کہ اس میں بجائے فائدہ

(یا موہوم فائدہ) کے نقصان کا خطرہ زیادہ ہے اس لئے اس سے اجتناب ہی بہر صورت بہتر اور لازم ہے اور اس شغل برزخ کا ذکر خود صراط مستقیم میں موجود ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ۔

فائدہ :- اشغال متذکرہ میں سے شغل برزخ بھی ہے جو کہ اکثر متاخرین میں مشہور ہوگیا ہے بلکہ بعض بزرگوں کے کلام سے بھی پایا جاتا ہے اور شغل مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ وسوسوں کے دور کرنے اور ارادے جمع ہونے کے لئے پوری تعیین اور تشخیص کیساتھ شیخ کی صورت کو خیال میں حاضر کرتے ہیں اور خود بہ نہایت ادب اور تعظیم اپنی ساری ہمت سے اس صورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ گویا بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ شیخ کے روبرو بیٹھے ہیں اور دل کو بالکل اسی کی طرف توجہ کرلیتے ہیں الخ ۔

(صراط مستقیم ص۱۴۴ ، ۱۴۵ ، مترجم اردو)

اور فارسی کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔

بالادب و تعظیم تمام بہمگی ہمت خود متوجہ بآں صورت میشوند کہ گویا باآداب و تعظیم بسیار روبروئے شیخ نشستہ اند و دل بالکل بآں سو متوجہ مے سازند اھ ۔

(صراط مستقیم فارسی ص۸۹)

اور اسی طرح شغل نفی اور شغل یاد داشت بھی صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحی نام ہیں اور صراط مستقیم فارسی ص۱۰۱ اور مترجم اردو ص۱۴۳ میں اس کا ذکر بھی ہے ۔

الغرض صرف ہمت اور شغل برزخ کی حقیقت یہ ہے کہ پوری تعیین اور تشخیص کے ساتھ شیخ کی صورت کو خیال میں حاضر کرے اور اپنی ساری ہمت سے اس صورت کی طرف متوجہ ہو اور دل کو بالکل اسی ہی کی طرف متوجہ کرلے ، اور ظاہر امر ہے کہ جب ماسوی اللہ میں سے کسی چیز کی طرف صرف ہمت کرے گا تو دل اور دماغ میں وہی چیز لگ جائے گی ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ تعالے گویا عین نماز میں اللہ تعالیٰ

کی طرف بھی توجہ باقی نہ رہی اور غیر ہی دل و دماغ میں بستے رہے اور جب نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو غیر کی طرف یہ صرف ہمت کیوں کر درست ہوگی ؟ اور نماز میں اس سے ضرر اور خرابی کیوں نہ پیدا ہوگی ؟

غور فرمایئے ! کہ عبادت اور نماز میں احسان اور اخلاص پیدا کرنے کیلئے کتنی اعلیٰ اور اونچی بات بیان کی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ شرعی تصوف کی یہ مطلوب باریکیاں نا اہل لوگوں کے ہاتھوں چڑھ گئی ہیں اور بجائے ان کی تحسین کے ان کی الٹی برائی بیان کرتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ؎

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

(۸) خان صاحب بریلوی اور ان کے معتقدین یہ باطل دعوے کرتے ہیں کہ اس عبارت میں سردار دوجہاں سید کون و مکان حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معاذ اللہ تعالیٰ توہین کی گئی ہے۔ اور واللہ واللہ اس سے آپ کو اذیت پہنچی ہے اور واللہ آپ کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہے۔ لیکن یہ سب کا سب ان کا باطل دعویٰ اور تراب بے بنیاد مفروض ہے اس لئے کہ اس عبارت میں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی تعظیم و توقیر اور احترام و اجلال کا صراحت سے ذکر موجود ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی عقیدت و محبت اور تعظیم و بزرگی محب انسان کے دل کی تہ میں پیوستہ ہوتی ہے اور کون مسلمان ہے جو ان کو اپنے دل اور ذہن سے نکال باہر کرنے پر راضی اور آمادہ ہوگا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ کی محبت اور تعظیم میں سرشار ہو کر اپنے دل کے مہمان خانہ میں اس بلند ترین مہمان کی آمد پر خوش ہوگا اور سرور و وجد کی کیفیت اس پر طاری ہوگی اور وہ ہمہ تن آپ ہی کی طرف متوجہ ہوگا اور یہ توجہ اپنے مقام پر بلاشبہ ایک بہت بڑی خوبی اور ایک عمدہ ترین ایمانی کارنامہ ہے مگر نماز کی حالت میں ہمہ تن یہ توجہ اور صرف ہمت اور دل

کو بالکل آپ ہی کی طرف متوجہ کر دینا نماز کے لئے سخت مضر ہے کیوں کہ اس طرح سے اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ یا تو بالکل ختم ہو جائے گی یا کم از کم نہایت ضعیف اور کمزور رہ جائے گی حالانکہ روح عبادت و نماز ہی یہ تھی کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ اس کی ایسی مثال سمجھئے۔ جیسے کوئی شخص فریضۂ حج کی نیت کر کے عازم سفر ہوتا ہے اور پہلے مدینہ طیبہ پہنچتا ہے لیکن وہ روضۂ اقدس کو دیکھ کر اور مسجد نبوی کا مشاہدہ کر کے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کی محبت و عشق، اور جمال وکمال میں اس انداز سے محو اور سرشار ہو جاتا ہے کہ ارکان حج کی طرف اسکی مطلقاً توجہ ہی نہیں رہتی نہ تو وہ میدان عرفات میں حاضری دیتا ہے اور نہ مزدلفہ اور منیٰ میں اور نہ تو وہ جمرات کی رمی کرتا ہے اور نہ طواف زیارت وغیرہ دیگر ارکان حج ادا کرتا ہے حتیٰ کہ حج کے دن ہی گزر جاتے ہیں اور فانی زندگی کا کچھ پتہ ہی نہیں کب ختم کیا جو، کیا ایسے شخص کا حج ادا ہو جائے گا؟ اور کیا وہ فریضۂ حج کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے گا؟

ہرگز نہیں! اس شخص کے لئے اس موقعہ پر روضۂ اقدس کے سامنے ڈیرا، ڈال دینا سخت مضر ہوگا بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی بازار میں رہتا، کیونکہ بازار یا اس کی کسی چیز کے ساتھ نہ تو اس کی محبت ہے نہ عقیدت وہ بہر صورت، وہاں سے نکل کر اپنے فریضۂ حج کی طرف ساعی ہوگا۔ ہاں فریضۂ حج ادا کر چکنے کے بعد اس کی انتہائی سعادت یہ ہے کہ وہ جتنا وقت بھی روضۂ اقدس کے پاس گزارے گا اور آپ کی قبر مبارک کے پاس قریب سے صلوٰۃ وسلام عرض کرے گا تو نہ صرف یہ کہ وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا بلکہ آپ کا قرب وتعلق اور اس ذریعے اللہ تبارک وتعالےٰ کی رضا، اور خوشنودی کا اعلیٰ مقام بھی اس کو حاصل ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ ہر سچے مسلمان کو یہ دولت وسعادت نصیب فرمائے کہ وہ روضۂ اقدس پہ حاضر ہو کر والہانہ یہ کہے۔

ترس رہی تھیں تیری دید کو جو مدت سے
وہ بے قرار نگاہیں سلام کہتی ہیں

(۹)۔ صراط مستقیم کی اس عبارت میں وساوس کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں کہ بعض کا خطرہ کم اور بعض کا زیادہ ہے۔ مثلاً زنا کے خیال سے اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ جماع کا خیال بہتر ہے کیوں کہ ایک چیز فی نفسہ جائز ہے اور دوسری حرام ہے لہٰذا حلال کا وسوسہ حرام کی بہ نسبت بہتر ہے اور اسی طرح گاؤ خر یعنی دنیا کی چیزوں کے خیال میں مستغرق و منہمک اور محو ہو جانا اس لحاظ سے کم خطرناک ہے کہ یہ چیزیں صحیح اور کامل مسلمان کے نزدیک حقیر اور ذلیل اور بے وقعت ہوتی ہیں اور ان میں اس کو کوئی لذت و سرور حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان سے ایک گونہ اس کو نفرت ہوتی ہے تو لامحالہ وہ ان کو اپنے ذہن اور دل سے فوراً نکالنے کی سعی کرے گا اور اپنے دل کی گہرائیوں میں ان کو ہرگز جگہ نہ دے گا۔ بخلاف بزرگوں اور ان ہستیوں کے مذکورہ تصور اور خیال کے کہ چونکہ ان سے مسلمان کی بے حد محبت اور عقیدت ہوتی ہے اس لئے عین نماز میں صرف ہمت کے درجہ کا خیال اور تصور مضر ہے اور علی الخصوص جناب رسالتمآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی طرف صرف ہمت کر کے دل میں نماز کی حالت میں خیال لانا اور بہمہ وجوہ آپ کی طرف متوجہ ہو جانا مضر ہے کیوں کہ آپ کی بے پناہ عقیدت اور لازوال محبت کے پیش نظر اور بوجہ تعظیم و تکریم کے لحاظ سے اس خیال میں منہمک ہو کر آدمی توجہ الی اللہ سے محروم رہ جائے گا جو نماز میں مطلوب تھی اس لئے یہ زیادہ خطرناک ہے کیونکہ دنیا کی دوسری چیزیں تو بے وقعت حقیر اور ذلیل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم تو ادب اور کھرب بار تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں جو ساری مخلوق میں جامع کمالات ہیں۔ ع

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ٭ ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

(حضرت نانوتوی)

(۱۰) اگر سچ مچ "صراط مستقیم" کی اس عبارت میں معاذ اللہ تعالٰی آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کی توہین اور گستاخی کی گئی ہے، اور گستاخی بھی بقول خان صاحب بریلوی ایسی کھلی کہ اس میں کسی تاویل کی جگہ بھی نہیں اور اس گستاخی سے واللہ واللہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا بھی پہنچی اور واللہ واللہ آپ کو اطلاع بھی ہوئی تو ایسے گستاخ کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے جبکہ اول تا آخر بلا تاویل گستاخی کرے؟

ہمارا تو ایمان ہے اور ہم باحوالہ پہلے لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کی ادنٰی ترین گستاخی بھی کفر ہے اور اس میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اگر واقعی حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یا ان کے مرشد حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس عبارت میں گستاخی کی ہے تو وہ پکے کافر ہیں اور دائرہ ایمان سے خارج ہیں اور ان کو اس صریح گستاخی کے بعد کافر نہ کہنے والے خود کافر ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک تو ان بزرگوں نے اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم کی گستاخی کی اور نہ ہی ان کی مراد ہے اس لئے وہ پکے اور سچے مومن محب خدا عاشق رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور مجاہد سلطان ہیں بلکہ فی سبیل اللہ اپنی جانیں قربان کرنے والے شہید اور زندہ جاوداں ہیں ؎

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا۔

خانصاحب بریلوی کی تلون مزاجی حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تکفیر یا عدم تکفیر کے بارے میں خانصاحب بریلوی کے دو متضاد نظریات ملتے ہیں اور وہ عجیب مخمصے میں آئے ہوئے ہیں۔ ایک نظریہ ان کی جوانی کا ہے اور دوسرا بڑھاپے کا بالفاظ دیگر یہ

پہلے کا فتوٰی ہے اور دوسرا بعد کا ۔ اور قاعدہ کے لحاظ سے آخری فتوٰی ہی معتبر
ہو سکتا ہے ۔ پہلا فتوٰی ۱۳۰۶ھ میں بدایوں سے مرزا علی بیگ صاحب نے ایک
استفتاء خانصاحب بریلوی کے پاس بھیجا جس میں تین سوالات تھے تیسرا یہ تھا ۔

(۳) روافض وغیرہم مبتدعین کہ کفار داخل مرتدین ہیں یا نہیں جواب مفصل بدلائل
عقلیہ ونقلیہ مدلل درکار ہے بینوا توجروا ۔ (اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام
صلہ) اس کا جواب خانصاحب نے یہاں سے شروع کیا

جواب سوال سوم ۔ فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر
ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے الخ (ایضاً صلا)
پھر آگے خانصاحب نے اپنے خیال کے مطابق ضروریات دین کے منکر فرقوں
اور ان فرقوں کے بانیوں کا، اور ان کے اقوال کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔
چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں ۔

بانیٔ دوم ایک بڑے نام ونگاہ خبر (صفدر) ذکر کرکے کہے نماز میں جناب رسالت
مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لیجانا فلاں فلاں کے تصور میں ڈوب جانے
سے بدتر ہے لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ .... بانیٔ سوم فریادرس
بیکساں صاحبت روا تے دوجہاں حضرت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے استعانت کو
برا کہہ کر ایک ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اسے دوسرے بادشاہ
سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے .... کا کیا ذکر ہے اور بانیٔ
دوم ناپاک قوموں کے نام لکھے یعنی چوہڑے وچمار (صفدر) بانیٔ سوم کی خباثت قلبی
توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ
والسلام پر باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے ۔ بانیٔ چہارم (اون کے بعد گو)
مرکر مٹی میں مل گئے الخ (اعلام الاعلام ص ۵ ، ۶ ، ۱۹)

اس کے بعد بزعم خود ایسے متعدد کفریات کا ذکر کرتے ہیں اور آخر میں فیصلہ یہ دیتے ہیں کہ "یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں" (ایضاً صفحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بقول خانصاحب حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ان کفریات کی وجہ سے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں۔ لیکن اس کے بعد ۱۳۱۲ھ میں جب خانصاحب نے "الکوکبۃ الشہابیۃ علیٰ کفریات ابی الوہابیہ" تصنیف کی اور اس میں انہوں نے بزعم خویش حضرت شاہ شہید علیہ الرحمۃ کے کفریات کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ:

جن کا شمار بظاہر ستر کفریات تک پہنچا اور حقیقت دیکھئے تو بے شمار ہیں کہ ستر سے گیارہ تک پانچ کفر دین کے کلمات میں سے ہر کلمہ صد ہزار کفریہ کا خمیرہ ہے۔ گویا پانچ لاکھ کفریات تو صرف ان پانچ کلموں میں منحصر ہیں (صفحہ) یوں ہی کفریہ ۲۳ و ۲۴ بھی مجمع کفریات کثیرہ ہے شمار کیا ان میں سے جس ایک کو چاہیے ستر کر دکھائیے ۔۔۔ تو اب ان کفریات کو خواہ ستر کہیے خواہ ستر ہزار کفریات ٹھہرائیے الخ

(الکوکبۃ الشہابیۃ صفحہ)

جو شخص اتنے کفریات بکتا ہو اس کو قطعاً کافر کہنا چاہیے۔ مگر خانصاحب اپنا مختار اور پسندیدہ مسلک یہ بیان کرتے ہیں کہ "اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب" الخ

(الکوکبۃ الشہابیۃ صفحہ)

حیرت ہے کہ پہلے تو خانصاحب نے دو تین باتوں کی وجہ ہی سے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیگر فرقوں کی طرح بالقطع والیقین کافر مطلق کہا ہے اور تقریباً پندرہ سال بعد ان کی عبارتوں میں

تقریباً پانچ لاکھ اور ستر ہزار کفریات کی نشاندہی کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کو کافر کہنے سے زبان کو روکتے ہیں اور اسی کو فتوےٰ کے لئے ماخوذ در مختار و مرضی اور مناسب قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ۔

اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو و لا یعلیٰ ۔

(حسام الحرمین ص۷۶)

اور صرف یہی نہیں کہ خود ان کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ علماء محتاطین کو بھی ان کی تکفیر سے منع کرتے ہیں چنانچہ اسی حسام الحرمین میں جس کو انہوں نے ۱۳۲۴ھ میں لکھا ہے لکھتے ہیں کہ ۔

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی و علیہ الفتوےٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوےٰ ہوا اور اسی پر فتوےٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت ۔ (حسام الحرمین ص۱۱۳)

سخت حیرانگی ہے کہ ایک شخص معاذ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی کھلی توہین اور گستاخی کرتا ہے کہ اس میں تاویل کی جگہ بھی نہیں اور پیشہ دھڑک صریح سب وشتم اور دشنام کے الفاظ لکھتا ہے مگر خان صاحب کے نزدیک وہ پھر بھی کافر نہیں یہی ان کا اپنا فتوےٰ ہے اور اسی پر علمائے محتاطین عمل کریں اور خود خان صاحب ہی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ۔

ایک جاہل غلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سیدنا انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء

میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اسے کفر نہ کہنا، کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ ابھی شفاء و بزازیہ و درر و غرر و بحر و فتاوی خیریہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ سے سن چکے ہیں کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ الخ

(حسام الحرمین ص۳۱ و فتاوی افریقہ ص۱۲۱)

اور خود لکھتے ہیں کہ "ضروری تنبیہ۔ احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے الخ۔

(حسام الحرمین ص۳۲)

پھر اسی صفحہ میں آگے لکھتے ہیں۔ "شفاء شریف میں ہے ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل۔ صریح لفظ میں تاویل کا دعوےٰ نہیں سنا جاتا شرح شفائے قاری میں ہے ھو مردود عند قواعد الشرعیۃ ایسا دعوےٰ شریعت میں مردود ہے اھ۔

تو یہ فیصلہ اب خانصاحب پر ہی موقوف ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کافر کہیں کیونکہ ان کے خیال میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی توہین اور کھلی گستاخی کی ہے اور بے دھڑک صریح سب اور دشنام دی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ جس کی تاویل بھی نہیں ہو سکتی اور اگر وہ کافر نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ خانصاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ فتوے اسی پر ہے اور جواب بھی یہی ہے کہ وہ حضرت شاہ شہید علیہ الرحمۃ کافر نہیں ہیں۔ تو خانصاحب خود اپنے قائم کردہ اصول اور اپنے پیش کردہ حوالوں کی رو سے کافر ہیں لاشک فیہ۔ الغرض حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب

شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے نزدیک بھی کافر نہیں کیوں کہ انہوں نے کسی ایسے جرم کا ارتکاب نہیں کیا جو موجب کفر ہو کیونکہ جو کچھ ان کے ذمہ لگایا گیا ہے وہ خالص تراشیدہ اور بے بنیاد الزام ہے اور خانصاحب کے نزدیک بھی وہ کافر نہیں ہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع کیا ہے تاوقتیکہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے تکفیر نہیں کرنی چاہئے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ میں کوئی ایسی نمایاں وجہ تکفیر کی، بقول خانصاحب کے، نہیں پائی گئی لہٰذا ان کو کیسے کافر کہا جا سکتا ہے؟ لیکن یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے کہ خانصاحب نے حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ کو پہلے ان فرقوں میں شامل کیا ہے جو بالقطع والیقین مطلق کافر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس دور میں خانصاحب نے ان کو کافر کہا ہے اس دور میں خانصاحب کی اپنی پوزیشن کیا رہی ہے؟ آیا وہ مسلمان رہے یا کافر گردد؟

شرعًا جیسا جرم کسی مسلمان کو کافر کہنے کا ہے ویسا ہی کسی کافر کو مسلمان کہنے کا ہے۔ اور صحیح حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایما رجل قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما۔ (بخاری ج۲ ص۹۰۱ واللفظ له ومسلم ج۱ ص۵۷)

کہ جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے تو اس کلمہ کفر کے ساتھ ان میں سے ایک متصف ہو کر لوٹے گا۔

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ زیادت بھی ہے۔

ان كان كما قال والا رجعت عليه۔ (مسلم ج۱ ص۵۷)

یعنی جس کو کافر کہا ہے اگر واقعی وہ کافر ہے تو فبہا ورنہ یہ کفر قائل کی طرف لوٹے گا۔

اس حدیث شریف کے پیش نظر اگر حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمان تھے تو ابتدائی دور میں خانصاحب ان کی تکفیر کرنے کی وجہ سے خود کافر ہیں اور اگر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ معاذ اللہ تعالیٰ کافر تھے تو آخری دور میں خانصاحب ان کی عدم تکفیر اور علماء کو ان کی تکفیر سے منع کرنے کی وجہ سے کافر ہیں !

غرضیکہ خانصاحب اپنے قائم کردہ اصولوں اور حوالوں سے بہر کیف کافر قرار پاتے ہیں اور یہ سب کچھ شہید علیہ الرحمۃ اور دیگر اہل حق سے عداوت کا نتیجہ ہے جس کی زد خانصاحب پر پڑی ہے نعوذ باللہ تعالیٰ من الخذلان ومن شر الشیطان ۔

خانصاحب کی تضاد بیانی

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تکفیر و عدم تکفیر کے بارے میں خانصاحب نے جو تضاد بیانی کی ہے وہ تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں اور ایسی تضاد بیانیاں ان کی کتابوں میں اور بھی موجود ہیں مگر بطور لطیفہ ایک تضاد بیانی حقہ کے بارے میں دیکھ لیجئے۔ ایک طرف خانصاحب یہ لکھتے ہیں کہ ۔

آدمی کو چاہیے کہ جب اس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ ۔ جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں الحمد للہ میں کوئی نہیں پیتا مگر فتوٰے اباحت پر ہی دیتا ہوں ۔ اھ

(احکام شریعت حصہ سوم ص۳۸ طبع برقی پریس مراد آباد)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نہ تو خان صاحب خود حقہ پیتے تھے اور نہ ان کے گھر والے پیتے تھے۔ اور دوسرے مقام پر حدیث کے حوالہ سے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۔ اگر کھانے کی ابتدا میں بھول جائے اور

درمیان میں یاد آجائے فوراً بسم اللہ علیٰ اولہ و آخرہ پڑھ لے کہ شیطان
اسی وقت قے کر دیتا ہے اور بعضے میں وہ شیطان کو بعقیدہ بھوکا ہی مارا ہوتا
یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ
شریف، پان حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ علماء دین نے اس سے ممانعت کی ہے
وجہ یہ ہے اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو نری بو پاتا ہوگا عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس
پر دھوئیں سے کلیجہ جلتا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

(ملفوظات حصہ دوم ص طبع نوری بکڈپو لاہور)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خان صاحب حقہ پیتے تھے۔ ہاں اس پر بسم اللہ
نہیں پڑھتے تھے اور شیطان کا کلیجہ دھوئیں سے جلاتے تھے۔ لیکن
علمائے ربانیین اور اہل حق کی تکفیر کر کے اور ان پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات
لگا کر اور ان پر افتراء باندھ باندھ کر وہ شیطان کے دل کو خوش بھی رکھتے تھے۔ یہ
دونوں چیزیں خان صاحب میں موجود تھیں اور وہ اس پر عامل تھے ؎

شیخ بھی خوش رہے شیطان بھی ناراض نہ ہو

اللہ تبارک وتعالیٰ تعصب اور عناد سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

باب دوم

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلسلۂ نسب یوں ہے محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم الخ سلسلۂ نسب سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

شعبان یا رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ مقام پیدائش قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ کوس غرب میں اور سہارنپور سے پندرہ کوس جنوب میں اور گنگوہ سے نو کوس مشرق میں اور دہلی سے ساٹھ کوس شمال میں ہے۔

ابتدائی کتابیں مولانا مہتاب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دیوبند میں ان کے مکتب میں پڑھیں۔ اس کے بعد سہارنپور میں مولانا محمد نواز صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فارسی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں اس کے بعد ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ میں دہلی روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کافیہ شروع کیا اور فلسفہ اور معقول کی کتابیں صدرا، شمس بازغہ، میر زاہد اور قاضی وغیرہ کتابیں وہاں پڑھیں اور معیت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں نے حدیث شریف حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی اور دونوں اسی زمانہ میں حضرت

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور سلوک شروع کیا۔ حضرت مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ ذوالحجہ سنہ ۱۲۶۷ھ کو وفات پاگئے۔ اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطبع احمدی میں مزدوری پر تصحیح کتب کا سلسلہ شروع کیا اور اسی زمانہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) نے بخاری شریف کا حاشیہ لکھنا شروع کیا ہوا اس وقت تک (مصنف کے مطبوعہ زیادہ نسخوں پر موجود ہے) آخر کے پانچ چھ پاروں کا حاشیہ (جو سب سے زیادہ مشکل تھا) انہوں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لکھوایا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہیں اور ان سے ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعبیر میں فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض کثرت سے جاری ہوگا۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے دو سال رمضان المبارک میں (یعنی لفظہ) قرآن کریم ایک رمضان شریف میں اور نصف دوسرے میں یاد کرلیا۔ اور سب سنا دیا تو ایسا صاف جیسے پرانے پختہ کار حافظ سناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تصنیف کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ پہلا حج ۱۲۷۷ھ میں اور دوسرا ۱۲۸۵ھ میں اور تیسرا ۱۲۹۴ھ میں کیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں دو فتنے سب سے بڑے تھے ایک پادریوں کا اور دوسرا دیانند سرسوتی کا۔ یہ بڑا منظم فتنہ تھا جو بظاہر علمی و فلسفی تھا مگر بفضلہ تعالیٰ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علمی طور پر اس کی ایسی سرکوبی کی کہ جیتی نسلوں تک اس کی ''آریہ سماج'' کو اپنے باطل نظریات علمی دنیا میں پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

''انتصار الاسلام'' اور ''قبلہ نما'' اور ''ترکی بہ ترکی'' وغیرہ کتابیں اسی سلسلہ

کی کڑیاں ہیں ۔

اسی طرح پادریوں کا تعاقب کیا اور ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں
جلسۂ عام میں پادریوں کو ایسا لاجواب کیا کہ وہ عین جلسہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور
بعض کتابیں بھی افراتفری میں چھوڑ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نانوتوی
علیہ الرحمۃ کی بدولت ، اسلام کو فتح ونصرت عطا فرمائی ۔ اس جلسہ میں اہل کتاب
کے مقابلہ میں یک مناظر حضرت مولانا منصور علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی
شریک تھے ۔ ظالم برطانیہ کے خلاف عملی جہاد میں بھی حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ
نے بھرپور حصہ لیا ۔ اور جہاد شاملی وغیرہ میں شرکت اور جرأت وبہادری سے کفار
کا مقابلہ کرنا ایک واضح تاریخی حقیقت ہے ۔

محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی ۔ اور اس کارِ خیر میں حضرت مولانا
فضل الرحمن صاحب حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب اور حضرت حاجی محمد عابد صاحب
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پورا تعاون اور شرکت کی ، مدرس کی پندرہ روپیہ ماہانہ تنخواہ
مقرر ہوئی چند ہی روز میں چندہ بڑھ گیا اور مدرس بڑھائے گئے اور معلم فارسی اور
حافظ قرآن مقرر ہوئے اور کتب خانہ جمع ہوا ۔ حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ نے شادی
بھی کی جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تین لڑکیاں اکرامن بی بی ، رقیہ بی بی
اور عائشہ بی بی رحمۃ اللہ علیہن ، اور محمد ہاشم صاحب اور مولانا حافظ محمد احمد صاحب
رحمۃ اللہ علیہما المتوفی ــــھ جیسے نیک اور صالح فرزند مرحمت فرمائے جن کے
آگے فرزند حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ [illegible]ھ اور
حضرت حکیم الامت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم فی الحال مہتمم دارالعلوم
دیوبند جیسی مشہور شخصیتیں ہیں ۔ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ جمعرات کے دن بعد
از نماز ظہر لعلت ضیق النفس قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ اس دنیا سے خاک وگل سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں میں جا بسے اور دار العلوم کے قریب ہی قبرستان میں مدفون ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ان پر نازل ہوں اور باقیات صالحات میں نیک اولاد و مخلص شاگردوں کے علاوہ بیش قیمت علمی اور تحقیقی کتابوں کا ذخیرہ یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

آب حیات، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، انتباہ المومنین، تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام، مباحثہ شاہجہانپور، میلا خدا شناسی، انتصار الاسلام، قبلہ نما، تصفیۃ العقائد، توثیق الکلام، دلیل محکم، تحفہ لحمیہ، قصائد قاسمی، جمال قاسمی، لطائف قاسمی، مناظرہ عجیبہ، تحذیر الناس، اسرار قرآنی، ترکی بہ ترکی، مشہور کتابیں ہیں۔

ہندوستان میں اپنے وقت کے اندر علم وتحقیق کا مضبوط پہاڑ، تبلیغ دین کا انتھک علمبردار، علوم دینیہ کے احیاء کا کامیاب مجدد، ظالم برطانیہ کے ساتھ لڑنے والا بہادر سپاہی، پادریوں کا تعاقب کرنے والا نڈر مناظر، آریوں کے چھکے چھڑانے والا بے باک ناقد، اسلام کے خلاف فتنوں کی سرکوبی کرنے کے لئے اپنی جان عزیز کو پیش کرنے والا فدائی مسلمان، قوم وملت کا بے لوث خیرخواہ، توحید وسنت کا بے لاگ ناشر، شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے والا اور ماحی لذائذ دنیا اور شہرت سے کنارہ کشی کرنے والا بے نفس صوفی، منکسر المزاج، حلیم الطبع اور متبحر عالم، پروردگار عالم سے لگاؤ اور محبت رکھنے والا سچا عاشق۔ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے عشق ومودت کے گہرے سمندر میں غوطے لگانے والا ماہر شناور وغوطہ زن۔ ختم نبوت کا جاں نثار پروانہ۔ سلف صالحین کے دامن کو مضبوطی سے تھامنے والا پختہ عقیدت مند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رہتی دنیا تک علم وعمل کی روشنی کا بہترین

مینار اور آفتاب رشد و ہدایت ہی مانا جائے گا۔ یہ جدا بات ہے کہ اس کی بے پناہ روشنی کے سامنے چمگادڑوں کی آنکھیں نہ کھل سکیں اور وہ دن کو بھی رات کہنے پر مصر ہوں اور واویلا مچانے اور حسد و بغض کی بھٹی میں جلنے ہی کو اپنا مذہب، شیوہ اور وطیرہ بنائے ہوئے ہوں مگر ؎

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوں
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ان پر پہلا الزام کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ ختم نبوۃ زمانی کے منکر تھے

خاں صاحب بریلوی نے ان پر

جو بہتان باندھا ہے پہلے اس کو خانصاحب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے پھر اصل حقیقت سمجھئے۔ خانصاحب لکھتے ہیں کہ۔

" اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے: بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ حالانکہ فتاویٰ تتمۃ الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے اور یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم امت محمدیہ کا لقب دیا الخ۔ (حسام الحرمین ص ۱۱) ۔ اور ص ۲۲ میں ان کا مسلک یوں نقل کیا ہے۔

" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی نہیں ان کے بعد اور نبی ہو جائے تو

حرج نہیں "

الجواب ! خانصاحب بریلوی نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی "تحذیر الناس" کی عبارت کے پیش کرنے میں جس دجل و تلبیس کا ثبوت دیا ہے وہ خانصاحب ہی کا حصہ ہو سکتا ہے اور پھر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر مالی لحاظ سے ختم نبوت کے انکار کا جو الزام لگایا ہے اور اجراء نبوت کا جو افتراء باندھا ہے وہ بھی ان کا اور ان کے قادیانی چیلوں کا ہی کام ہو سکتا ہے جس سے حضرت مولانا مظلوم کی ذات یکسر مبرّا ہے اور خانصاحب کا ان پر یہ افک مبین اور بہتان عظیم ہے۔

سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

خانصاحب نے حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کی جو عبارت نقل کی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے اس کا باحوالہ ذکر کریں اور اس کے بعد پھر حضرت کی اس مسئلہ پر اپنی عبارات اور ان کا ایمانی عقیدہ خود ان کی زبانی نقل کر دیں تاکہ عامۃ المسلمین پر اصل حقیقت بھی بالکل واشگاف ہو جائے اور خان صاحب کی دیانت اور خدا خوفی بھی روشن ہو جائے۔ خانصاحب نے حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت جس تسلسل سے نقل کی ہے اور اس کی تیسیر اور نشانہی کچھ بھی نہیں کی اور نہ کوئی علامت اور اشارہ ہی ایسا کیا ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ عبارت "تحذیر الناس" کے مختلف صفحات کی ہے اور یوں مربوط اور مرتب نہیں ہے جس ترتیب و تسلسل کے ساتھ خانصاحب نقل کر رہے ہیں انتہائی بددیانتی ہے۔ علمی اور تحقیقی طور پر اس کا حوالہ نہایت ہی ضروری ہے۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی اور تحقیقی کتاب "تحذیر الناس" طبع دیوبند ص۳ میں طویل علمی بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا ..."

" غرض یہ واز ہول کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کے علیہم

السلوٰۃ والسلام کا سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔۔ اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو گیا تو پھر سلسلۂ علم و عمل کیا چلے الخ

خان صاحب نے جو عبارت تحریر کی ہے اس میں پہلا حصہ اسی خط کشیدہ عبارت کا ماحصل ہے اور یہ عبارت صٰٓ کی ہے۔

اس کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ صٰٓ پر رقمطراز ہیں۔

" ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء علیہم السلام کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے الخ۔

خان صاحب کی حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پیش کردہ عبارت میں درمیانی حصہ اس عبارت کا ملخص ہے اور یہ عبارت صٰٓا کی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ۔ مسئلہ ختم نبوت پر نہایت دقیق اور منطقیانہ

بحث کرتے ہوئے شروع کتاب صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرلینے چاہییں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے الخ

خانصاحب نے حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس کے آخری حصہ میں یہ مخلوط عبارت ہے اب غور فرمایئے کہ خانصاحب نے کس طرح شعبدہ بازی کا مظاہرہ کیا ہے کہ ایک فقرہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ کا لیا اور دوسرا صفحہ ۲۸ کا اور تیسرا صفحہ ۳ کا ۔ اور اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ایک خاص ترتیب دی اور پھر اس سے بزعم خویش ایک کفریہ مضمون تیار کیا اور پھر کفر کا فتویٰ مرتب کرکے علماء حرمین سے اس کی تصدیق حاصل کی اور عنہ

عنہ خانصاحب نے علماء عرب کو جو اردو نہیں جانتے تھے صریح دھوکہ دینے کیلئے اس عبارت کا عربی میں یہ ترجمہ کیا ۔ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم الخ (حسام الحرمین ص۳) اہل علم جانتے ہیں کہ اردو عبارت کا کیا مفہوم ہے اور خانصاحب کا مطلب کیا تھا اور بتا دیا ہے فوا اسفا ۔ اور اہل ہند کو مغالطہ دینے کیلئے مولانا مظلوم کا عقیدہ یوں نقل کرتے ہیں ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی نہیں ان کے بعد اور نبی ہو جائے تو حرج نہیں ۔ (حسام الحرمین ص۴۳) ۱۲

المسلمین کو بہکانے کی سعی کی ہے کہ یہ عبارت اسی طرح مرتب اور مربوط ہے ۔ اگر عبادات سے مطلب اخذ کرنے کا یہی طریق ہے تو پھر خدا ہی خیر کرے قرآن کریم ہی سے استدلال کرنے والے معاذ اللہ تعالیٰ سبحانہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ کے یوں کہہ سکتے ہیں اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ کیونکہ جب مختلف صفحات سے عبارتیں ملا کر مطلب لیا جا سکتا ہے تو ایک ہی سطر کی دو آیتوں میں یہ تقدیم و تاخیر اور قطع و برید اس قاعدہ کے لحاظ سے کیوں درست نہیں ؟ اس سے بڑھ کر بددیانتی اور دجل و تلبیس اور کیا ہو سکتی ہے ؟

لیکن خان صاحب کو اس سے کیا ان کی بلا سے ایسے کرشمے اور کرتب تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ۔ خانصاحب تو دنیا سے جا چکے اور ان کے کٹر حواری اور غالی معتقدین سے جو لکیر کے فقیر ہیں اصلاح کی کوئی توقع نہیں ۔ ہاں منصف مزاج قارئین کرام اس سے صحیح بات کو بآسانی اخذ کر سکتے ہیں اور ہمارے لکھنے کا اصل مقصد بھی عامۃ المسلمین کی اصلاح ہے ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔

مسئلہ ختم نبوت اور حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

علی التحقیق خود پر مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے محدثانہ ، فقیہانہ ، اور متکلمانہ ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر منطقیانہ انداز میں ٹھوس دلائل اور واضح براہین کے ساتھ امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ختم نبوت ثابت کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے تین درجات اور مراتب ہیں ۔ ختم نبوت مرتبی ، ختم نبوت مکانی اور ختم نبوت زمانی اور باقی دو درجوں اور مرتبوں کو تسلیم کرتے ہوئے مولانا موصوف یہ فرماتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ درجہ اور رتبہ ختم نبوت مرتبی ہے جو ختم نبوت زمانی کے لئے علت ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم

بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام درجات و مراتب اور کمالات آپ پر ختم ہیں اور ساری کائنات میں آپ کے اوپر کسی اور کا درجہ نہیں ہے ہاں آپ کے اوپر صرف خالق کائنات کا درجہ ہے جل مجدہٗ اور بس۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ تینوں مراتب، اور درجات دلیل مطابقی کے طور پر ثابت ہیں نہ یہ کہ صرف ختم نبوت زمانی ہی مطابقی طور پر ثابت ہے جیسا کہ عوام آپ کی ختم نبوت زمانی ہی میں منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ اس سے آپ کی پوری فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو ختم نبوت مرتبی کے لئے معلول ہے اور ختم نبوت مرتبی علت ہے تو یہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ علت تو مطابقی نہ ہو اور معلول مطابقی ہو۔ ہاں ان تین درجات و مراتب میں سے اگر ایک مراد لی جائے تو لفظ خاتم النبیین ختم نبوت مرتبی پر دلیل مطابقی کے طور پر دلالت کرتا ہے اور ختم نبوت زمانی کا ثبوت دلیل التزامی سے متحقق ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یا تو ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کوئی اور نبی آجائے یا فرض کیجئے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبوت مل جائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی اس لئے کہ نبوت کا ہر مرتبہ آپ پر ختم ہے۔ لہٰذا کوئی آپ سے پہلے آئے یا بعد کو آئے آپ کی ختم نبوت پہ ہرگز کوئی حرف نہیں آئیگا لیکن یہ تو محض ختم نبوت مرتبی کے درجہ اور مرتبہ کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے ایک تعبیر اختیار کی گئی ہے ورنہ آپ کی ختم نبوت زمانی کا منکر بھی ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ فرائض اور وتر وغیرہ کی رکعات کی تعداد کا منکر کافر ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اس میں تامل کرے وہ بھی کافر۔

یہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کی ان متعدد عبارات کا خلاصہ ہے کہ جو انہوں نے مختلف کتابوں میں اور بعض "تحذیر الناس" میں تحریر فرمائی ہیں چند ضروری عبارات ہم یہاں عرض کرتے ہیں۔ غور فرمائیں اور اس کی مزید تحقیق راقم کی کتاب،

"بانی دارالعلوم دیوبند" میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے اس تہمت کے جواب میں ہم آپ پر اور آپ کے اہل ملت پر ہزار تہمتیں لگا سکتے ہیں۔ الخ

(مناظرہ عجیبہ ص۱۳)

اس عبارت میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ختم نبوت زمانی کو اپنا دین و ایمان قرار دیا ہے اور اس کے برعکس عقیدہ کی ان کی طرف نسبت کو ناحق تہمت کہا ہے اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دیا ہے وہ ان پر ناحق کی تہمت لگا رہے ہیں اور بے بنیاد بہتان باندھ رہے ہیں جس سے مولانا موصوف علیہ الرحمۃ کا دامن بالکل پاک ہے یہ الگ بات ہے کہ ناحق تہمت لگانیوالے کا اس فانی دنیا میں کچھ علاج نہیں۔

(۲) حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلّم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں۔ علی الاخلاق کہئے یا بالاضافہ الخ (مناظرہ عجیبہ ص۷)

(۳) ہاں یہ مسلّم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔ (ص۱۱)

یہ عبارتیں بھی بالکل صاف اور واضح ہیں۔

(۴) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیجئے (تحذیر الناس) صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا الخ۔

(مناظرہ عجیبہ ص۵۰)

اس عبارت میں مولانا موصوف علیہ الرحمۃ نے جہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی کو دلیل مطابقی سے ثابت تسلیم کیا ہے وہاں آپ کی خاتمیت زمانی کو بھی دلیل مطابقی ہی سے ثابت گردانا ہے اور اس کو اپنا مختار اور پسندیدہ مسلک وعقیدہ بتایا ہے۔

(۵) خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔ (مناظرہ عجیبہ صلا)

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم و مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور روشن ہے۔

(۶) حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔ (مناظرہ عجیبہ صنہ)

یہ عبارت بھی بالکل صاف ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی الجھن اور اشکال نہیں ہے۔

(۷) حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تحذیر الناس" کی عبارت کی تشریح و تفصیل کرتے ہوئے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ:

مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی۔ ہاں آپ گوشہ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلۃ مکذب اخبار بالمعلول نہیں بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہوتا ہے۔ اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر کیا اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاءً خاتمیت مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المراتب ہی مراد لیجئے اور خاتم کو مطلق رکھیئے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جیسے۔

طرح آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ ۔ میں لفظ رجس سے نجاست معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں اور اس ایک مفہوم کا انواع مختلفہ پر محمول ہونا ظاہر ہوتا ہے ۔

(مناظرہ عجیبہ ص)

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ مولانا موصوف علیہ الرحمۃ ختم نبوت زمانی کے منکر نہیں بلکہ اس کے مثبت اور مؤید ہیں اور لفظ خاتم سے وہ صرف ختم نبوت زمانی ہی کے نہیں بلکہ ختم نبوت زمانی، ختم نبوت مکانی، ختم نبوت مرتبی تینوں کے اثبات کے درپے ہیں اور ان میں سے کسی قسم کو لفظ خاتم سے نکالنے پر آمادہ نہیں اور قوت بیان اور زور دلائل سے وہ ہر قسم کی نبوت کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم تسلیم کروانے پر مصر ہیں۔

(۲) سو اگر اطلاق و عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

(او کما قال) جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا

(تحذیر الناس ص۱۰)

اس عبارت میں حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ختم نبوت زمانی کو نہ صرف یہ کہ منطقی دلیل ہی سے تسلیم کیا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت زمانی

لفظ خاتم النبیین سے ثابت ہے جو قرآن کریم میں موجود ہے اور حدیث شریف اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے اور جس طرح فرائض وغیرہ کی رکعات کی تعداد کا منکر کافر ہے اسی طرح ختم نبوت زمانی کا منکر بھی کافر ہے۔

(۹) اپنا دین وایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ (مناظرہ عجیبہ صـ۱۴۴)

یہ سب عبارتیں حجۃ الاسلام حکیم الامت قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔ ان تصریحات کی موجودگی میں اگر مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے معتقدین یہ باطل اور مردود دعویٰ کرتے ہیں کہ مولانا موصوف معاذ اللہ تعالیٰ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں اور اس پر بلا وجہ وہ ان کی تکفیر کرتے اور اس پر مصر ہیں تو اس سے بڑھ کر بددیانتی ہٹ دھرمی اور تعصب کی بدترین مثال دنیا میں اور کیا ہو سکتی ہے؟

اور اسی طرح اگر خانہ ساز نبوت کے مدعی قادیانی کذاب و دجال کی نبوت ثابت کرنے کے لئے حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کی عبارات سے یہ غلط نظریہ کشید کرتے ہیں کہ موصوف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل تھے تو یہ بھی قطعاً باطل اور یقیناً مردود ہے۔ حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ تو تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا سرے سے احتمال ہی پیدا نہیں ہوتا کسی اور کو آپ کے بعد نبی ماننا تو در کنار جو اس میں تامل کرے مولانا موصوف اس کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

الغرض حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ ختم نبوت کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے البتہ ضد اور تعصب کی وجہ سے بلا وجہ الزام اور بہتان کا اس دنیا میں صرف سے کوئی علاج نہیں اس کا عادلانہ علاج تو

عالم آخرت ہی میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

خانصاحب کا بے جا تعصب

خان صاحب نے "تحذیر الناس" کی اس عبارت پر کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے الخ۔ اپنی کتاب "المبین ختم النبیین" میں گرفت کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:

"اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہیں پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تمام صحابہ کرامؓ عوام میں داخل ہوئے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔"

لیکن خان صاحب کی یہ انتہائی بددیانتی ہے کیونکہ حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ نے لفظ "عوام" کی خود تشریح فرما دی ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

وجز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا راسخین فی العلم ہمہ عوام اند۔ (قاسم العلوم نمبر اول مکتوب دوم ص ۲)	(یعنی ترجمہ میں، سوائے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا علماء راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور راسخین فی العلم کو جن کا اولین مصداق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں عوام میں شمار نہیں کرتے ان کی اپنی اس واضح تصریح کی موجودگی میں ان کی عبارت کا غلط معنی لینا پرلے درجہ کی علمی خیانت اور بددیانتی ہے۔ اللہ ہی بچائے اور خود خان صاحب نے اپنی کتاب "الدولۃ المکیۃ ص ۲۲" میں ایک مرفوع حدیث اور سیدنا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ لکھا ہے کہ "آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کریم کی تفسیر کے لئے متعدد غیر متعارض

کی فی الاتقان، وجوہ اور تفسیر نکال سکے۔ (محصلہ) الغرض جن لوگوں کو حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ عوام میں شمار کرتے ہیں وہ خود خان صاحب کے نزدیک بھی عوام ہی ہیں مگر افسوس ہے کہ خان صاحب کو اپنا کوئی عیب نظر نہیں آتا صرف دوسروں کو کوسنے میں ہی ان کی زندگی بسر ہو گئی ہے۔

فائدہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک منطقیانہ اصطلاح سے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے جس کا حل کرنا ضروری ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

یعنی آپ (جناب حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم) موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔

(تحذیر الناس ص۴)

اس عبارت میں مولانا موصوف علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو بالذات نبی کہا ہے اور دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبی بالعرض کہا ہے۔ اس مقام پر بالذات کا یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ آپ کی نبوت خانہ زاد ہے اور کسی کی محتاج نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات ذاتی ہیں کسی کی رہین منت نہیں ہیں بلکہ حضرت مولانا موصوف علیہ الرحمۃ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات نبوت براہ راست بغیر کسی کے واسطہ کے مرحمت فرمائے ہیں اور دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کمالات نبوت آپ کے واسطے اور طفیل سے عنایت فرمائے ہیں۔

"تحذیر الناس" کی اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ اوروں کی نبوت آپکا

فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں ۔ اس کو ایسا ہی سمجھئے کہ جیسا حضرت مولانا موصوف علیہ الرحمۃ اپنی کتابوں میں سورج کی روشنی کو بالذات اور چاند وغیرہ کی روشنی کو بالعرض سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورج کو براہ راست روشنی عطا فرمائی ہے اور چاند وغیرہ سورج کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں و نور القمر مستفاد من نور الشمس ، یہ مطلب نہیں کہ سورج کی روشنی بایں معنیٰ خود اپنی ذاتی ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ ، اللہ تعالیٰ کی بھی محتاج نہیں ہے ۔

اور خود خان صاحب نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ صفحہ ۲۳" میں لکھا ہے کہ

"نصوص متواترہ اولیائے کرام و آئمہ عظام و علماء کرام سے مبرہن ہو چکا ہے کہ تمام دنیوی و اخروی جسمانی اور روحانی جتنی نعمتیں انسانوں جنوں اور فرشتوں بلکہ ساری مخلوقات کو حاصل ہوتی ہیں یا ہوتی ہیں یا ہوں گی سب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت اور وسیلہ سے حاصل ہیں (ملخصاً) "

مجنونانہ پرچہ | مولوی محمد عمر صاحب "تحذیر الناس" کی اس مذکورہ عبارت پر سرخی یوں قائم کرتے ہیں "پہلے اجراء نبوت کا مسئلہ دیوبندیوں نے جاری کیا" (مقیاس حنفیت صفحہ ۱۹۴) اور پھر اسی بحث کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں کہ

"بانی مرزائیت و بانی (یعنی دیوبندی) ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا کرنے کے درپے ہیں اور احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا بھی کفر ہے العیاذ باللہ تم پر دو قوت ہے انتہی (صفحہ ۱۹۴)"

مفتی احمد یار خان صاحب کا بہتان | مفتی صاحب اپنی درج ذیل جاء الحق میں لکھتے ہیں ۔

"لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں (کیونکہ

نہ ہوں آپ کی ناکہ بندی جو کرتے ہیں۔ مصنف۔ کیوں کہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہینیں کیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کر سکتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور اسلام کے ٹھیکیدار۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے "حفظ الایمان" میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر لکھا۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے "تحذیر الناس" میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آجائیں تب بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا خاتم کے معنی ہیں اصلی نبی دیگر نبی ہیں عارضی یہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد رشید ہوا۔ (جاء الحق صہ طبع نوری کتب خانہ لاہور)

الجواب: حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز کی سابق مفصل عبارات کے بعد اگر مفتی احمد یار خاں صاحب اور ان کے حواری حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ پر یہ الزام اور بہتان لگائیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے تو یہ ان کا سراسر ظلم، سفید جھوٹ اور خالص افترا ہے جس کی عدل وانصاف کی دنیا میں قطعاً اور یقیناً کوئی قدر و منزلت نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص تعصب و عناد اور ہٹ دھرمی پر تلا ہوا ہو کہ اپنی ہی کہنی الاپتا ہے اور حق کے سننے دیکھنے اور بولنے سے بالکل محروم ہو جائے جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب کا تو ان کا معاملہ ہی جدا ہے اور ایسے صم بکم عمی ہمیشہ سے دنیا میں چلے آرہے ہیں اور یہ لوگ اس کا مصداق ہیں کہ سه

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
خدمت جناب شیخ تقدس مآب میں

دوسرا الزام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک الزام یہ لگایا گیا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اعمال میں امتیوں کو مساوی بلکہ بڑھتا ہوا بتلاتے ہیں اور یہ خالص توہین ہے جس سے ان کی تکفیر ہونی چاہیے بلکہ بلا اپیل ان کو دوزخ کی گہرائی میں ڈالا جائے گا معاذ اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب "تحذیر الناس" کی دُکھنے والی عبارت اور اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ الآیۃ نقل کر کے آگے لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام عالمیان کی جانوں کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیٰ فرمایا اور تم اپنی جانوں کے اعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے بڑھ کر سمجھو کیا دیوبندی فرقہ کو قرآنی تعلیم کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا یہی اثر ہے کہ اپنے آقا سے غلام کو اعمال میں بالا سمجھے تو "الیٰ ان قال" اور تمہیں سید الانبیاء والمرسلات کل فخر کل انبیاء کل پر بڑا کہنے سے نفرت ہے میں اللہ تعالیٰ تمہارے قبیحین کو بعد تمہارے کہنے کے قعر جہنم میں بلا اپیل داخل فرمائے گا۔ انتہیٰ۔

(مقیاس حنفیت صـ۱)

الجواب! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت "نانوتوی علیہ الرحمۃ" کی بعض عبارتیں باحوالہ نقل کر دیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

(۱) الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنائے مدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی۔ انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل۔ اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل۔ اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل

خیال فرمائیے - دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو
علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں
بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر قوت عمل اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنے
ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو
اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے ، مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب
اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب ، میاں جی صاحب جامع بین الفقر والعلم
تھے پہ مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے ، اور شاہ ولی اللہ
صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں - وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری
غالب تھی ، اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم ، یا ان کی فقیری سے
ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت
اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو بہرحال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے
ہیں ۔ (تحذیر الناس ص۱۰۹)

(۲) خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت
میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی بجز
شرف علم و تعلیم اور کیا ہے ؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں محض بہ
عبادت و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے ۔ مگر جب یہ ہے تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہو
گا اس لئے معجزات علمیہ معجزات عملیہ سے کہیں زیادہ و افضل و بہتر و مفید ہوں گے ۔
(تحذیر الناس ص [illegible]) یعنی مثلاً قرآن کریم کے جوامع الکلم اور اخبار غیب کے علمی معجزات ید بیضا
عصا اور اس قسم کے دیگر حسی معجزات سے بالضرور اعلیٰ افضل اور بہتر ہی ہوں گے کیوں کہ
علم کو عمل پر یقیناً برتری اور فوقیت حاصل ہے ۔

(۳) مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا دس گنا اجر

کسی کا ساٹھ سو گنا کسی کا اس سے بھی زیادہ، ایسے ہی اصحاب عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ اصحاب اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہوگا اتنا ان میں۔ اھ (آب حیات ص۱۴۲)

(۴) علاوہ بریں مابہ الامتیاز حضرات انبیاء علیہم السلام و امم علم و جہل ہوتا ہے عمل و عدم عمل نہیں ہوتا ظاہر اعمال میں اکثر امتی انبیاء سے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بہت سے امتی بڑھ جاتے ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی عبادات اور مجاہدین امت کے مجاہدات کے موازنہ سے یہ بات واضح ہے اور فرق باطنی یعنی تفاوت اخلاص کے لئے بڑا سبب معرفت ذات و صفات و ثواب عبادات و سیئات ہوتی ہے جس کا محصل وہی کمال علم ہے الخ۔ (آب حیات ص۱۵۱)

(۵) القصہ کمال علمی کمال مخصوص انبیاء اولو الشان ہے کہ بجز اہل تعصب اور سوائے جاہلان کم فہم اور کوئی اس کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جب کمال علمی اور کمال عملی دونوں میں آپ یکتا نکلے تو پھر آپ خاتم نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا؟ (قبلہ نما ص۶۵)

بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت، باطنی اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچا ہوگا۔ سیدنا حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔ تم میرے صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے کسی کے مد (ساڑھے تین سیر کا ایک صاع ہوتا ہے اور ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں اس لحاظ سے تقریباً چودہ چھٹانک کا ایک مد ہوا) اور آدھے مد (یا نصف) کے صدقہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(بخاری ج۱ ص۵۱۸، مسلم ج۲ ص۳۱۰، مشکوٰۃ ج۲ ص۵۵۳ وفی روایۃ مسلم فوالذی نفسی بیدہ، الحدیث)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص للّٰہیت اور قلبی کیفیت جس سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل تھی دوسروں میں سے اور کس کو حاصل ہے؟ اور جب امتی اور امتی کے اعمال کا یہ تفاوت ہے تو پھر امتی اور نبی کے عمل کا کیا فرق اور تفاوت ہوگا؟ اور پھر نبی بھی صرف نبی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء اور امام الرسل ہو علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اس فرق و تفاوت کا اندازہ بجز خالق کائنات کے اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور جب اعمال و اعمال کا یہ فرق ہے تو اصحاب اعمال کا فرق کیوں نہ ہوگا؟ اور خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارتیں اس فرق کو نمایاں کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے لئے تعدد ازواج کے جائز ہونے پر بحث کرتے ہوئے عقلی دلائل بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"تو پھر امید مساوات مابین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور مابین مومنین و مومنات منجملہ اضغاث احلام اور خیال واہیات ہے نہ اور" (آب حیات ص ۲۸۱)

اور غالب مرحوم علیہ الرحمۃ نے ایسے ہی موقع کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ع

گر فرق مراتب — نکنی زندیقی!

ہاں حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے اس عقلی عبارت میں عالمانہ اور محققانہ انداز میں یہ بیان فرمایا ہے کہ بظاہر اعمال میں اکثر امتی انبیاء سے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بہت سے امتی مجاہدہ میں بڑھ جاتے ہیں اگر کسی کو اس بارے میں تردد ہو تو ذیل میں اس کی ضروری تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) متواتر روایات سے ثابت ہے کہ دن رات کی پانچ نمازیں شب معراج میں فرض ہوئی ہیں اور معراج راجح قول کی بنا پر نبوت کے گیارہویں سال ہوئی اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے تقریباً تیرہ سال ہی فرضی نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ حالانکہ اس دور انحطاط میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو پچاس پچاس سے ساٹھ ساٹھ سال سے

باقاعدگی سے نمازیں پڑھ رہے ہیں تو اس لحاظ سے بظاہر یہ امتی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وبارک وسلم سے بڑھ گئے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم
کی ایک نماز کے مقابلہ میں ساری امت کی ساری نمازیں اپنی باطنی اور عملی کیفیت کے لحاظ
سے تقابل اور توازن میں پیش ہو سکتی ہیں؟ کیونکہ جو قلبی مشاہدہ اور اخلاص آپ
کو حاصل تھا جس سے حقیقت میں اعمال کا وزن بڑھتا ہے وہ اور کس کو حاصل ہو سکتا
ہے اور اس مقام میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۲) جمعہ کی نماز کی فرضیت ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوئی تھی، ملاحظہ ہو تاریخ
الخمیس جلد ۱ صفحہ [illegible] اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے
آخر تک دس سال جمعہ کی نماز پڑھی اور اس وقت بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے
ضرور موجود ہیں جنہوں نے اگر اور نمازیں نہ پڑھی ہوں جمعہ تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور باالتزام
پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اب بظاہر دس سال کی نماز
جمعہ سے پچاس ساٹھ سال کی نماز جمعہ یقیناً زیادہ اور تعداد میں بڑھی ہوئی ہے مگر اپنے
باطنی اثر اور وزن کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی ایک ہی نماز
جمعہ تمام امت کی جمعہ کی سب نمازوں پر بھاری ہے۔

(۳) رمضان شریف کے روزے سنہ ۲ھ میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز
کا حکم نازل ہوا۔ اس اندازہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے صرف نو سال
رمضان المبارک کے روزے رکھے اور نو ہی سال عیدین کی نماز پڑھی۔ مگر اس وقت بھی
بے شمار مسلمان ایسے موجود ہیں جو چالیس چالیس پچاس پچاس سال سے باقاعدہ روزے
رکھتے اور عیدین کی نماز پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن ان کے ان روزوں اور عیدین کی لمبا
سال نمازوں کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے روزوں اور صلوٰۃ عیدین سے کیا

مقابل ؟ بظاہر تو امتی عمل میں بڑھتے ہوئے معلوم ہوتے مگر آپ کے ساتھ توازن کا کیا معنی ؟

۴۔ فرضیت حج کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے صرف ایک ہی حج کیا ہے جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ لیکن اس وقت بھی اسلامی ممالک میں ایسے بے شمار مسلمان موجود ہیں جنہوں نے تیس تیس اور چالیس چالیس سے زیادہ حج کئے ہیں۔ اب کیا ان کے ایک سے زائد حجوں کا محض اس لئے انکار کر دیا جائے کہ اس سے وہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے بڑھ رہے ہیں ؟ کون احمق اس کا انکار کر سکتا ہے ؟ بظاہر دیگر اعمال کی طرح اس عمل میں بھی امتی بڑھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن اپنے باطنی اخلاص میں ان کے اس ایک اور حج عمل کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے مقبول اور زریں عمل سے کیا نسبت ہے ؟

اسی طرح آپ زکوٰۃ اور دیگر بے شمار عبادات کا اندازہ لگالیں جو نزول قرآن کریم اور ورود حدیث شریف کے بعد فرض ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے ان پر عمل کیا۔ آپ نے تو ان پر صرف چند سال ہی عمل کیا جبکہ آپ کی امت کے بہت سے حضرات ان پر نصف صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک عمل کرتے رہے اور اب بھی کرتے ہیں کہاں تک ان کا تذکرہ کیا جائے ہر سمجھ دار آدمی اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ ظاہری طور پر اعمال میں یہ امتی جناب نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے بڑھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پر اندرونی کیفیت اور اخلاص میں کیا موازنہ ہو سکتا ہے ؟

اس مسئلہ کی قدرے مبسوط بحث ہم نے اپنے رسالہ "بانی دار العلوم دیوبند" میں کر دی ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ الحاصل حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عبارات سے اہل بدعت جو غلط معنی اور پہلو کشید کرتے ہیں اور پھر اس کی وجہ سے حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ اور ان کے خدام کو بلا وجہ کوستے رہتے ہیں یہ سب ان کے اپنے نارسا ذہن اور خام عقل کی پیداوار اور عوام کو بھڑکانے کا ایک ناجائز حربہ ہے جس سے وہ محض اپنی ہوس کو

پیدا کرتے ہیں۔ ع

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نہایت ہی مقدس، متقی، مہذب، خلیق، مخلص، سنجیدہ، کریم النفس، رحم دل، منکسر المزاج اور امین تھے۔ آپ کی عقل و فہم سب سے زیادہ، آپ کا حوصلہ نہایت وسیع، اور عزم و ثبات بہت مستحکم تھا۔ آپ کی ذات پاک اطاعت الٰہی اور حق پرستی کی بہترین مثال، اور آپ کا وجود اطہر اخلاق فاضلہ و اعمال حسنہ کا مکمل نمونہ تھا۔ اور خصائل کریمہ میں آپ سب لوگوں سے ارفع و اعلیٰ تھے۔ صبر و تحمل، متانت و سنجیدگی، زہد و اتقا، شرم و حیا، رضا و توکل، سخاوت و شجاعت، اور دیگر صفات حسنہ بدرجہ غایت آپ میں موجود تھیں لیکن اگر آپ کی عمر مبارک سے کسی امتی کی عمر بڑھ جائے جس میں وہ ظاہری لحاظ سے نیکیاں زیادہ کر لے یا ریاضت و مجاہدہ میں بظاہر بڑھا ہوا نظر آئے تو اس سے نہ تو آپ کے درجہ اور شان میں کوئی نقص آتا ہے اور نہ حقیقت میں امتی آپ سے بڑھ سکتا ہے۔

اگر اس وجہ سے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معاذ اللہ تعالیٰ مجرم ہیں کہ وہ بظاہر امتیوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے بعض اعمال میں مساوی بلکہ بڑھا ہوا بتلاتے ہیں تو یہی جرم امام محمد بن عمر فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی [illegible] نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

قد نجد فی الامۃ من ھو اطول عمرا واشد اجتھادا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تفسیر کبیر ص (بحوالہ [illegible])

بلاشبہ ہم نے امت میں سے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جن کی عمر اور عملی مشقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے بہت زیادہ ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جب عمر زیادہ ہوگی تو نماز، روزہ وغیرہ اعمال بھی زیادہ ہوں گے۔ اب کیا حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس جرم کی

دہریے کو کافر قرار دے دیا جائے تو ۔ معاذ اللہ آپ ایسے ۔ اگر وہ کافر نہیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے ۔ اسی کو کہتے ہیں ع

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

باب سوم

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۶ ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ سوموار کے دن چاشت کے وقت قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ہدایت احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ چھتیسویں پشت پر سیدنا حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری الخزرجی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جا ملتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے بعمر پینتیس سال ۱۲۵۲ھ میں گورکھپور میں انتقال فرمایا۔ اس وقت قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ مولانا کے دو حقیقی بھائی تھے ایک بڑے، حضرت مولانا عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو فارسی کی ابتدائی کتابوں میں مولانا کے استاد بھی تھے اور دوسرے چھوٹے سعید احمد جو نو سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور دو بہنیں تھیں ایک حقیقی مسماۃ فضیحاً اور دوسری سوتیلی جن کا نام "امۃ الحق" تھا۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا ایک لڑکا ولادت کے بعد چند ایام ہی کی عمر میں فوت ہو گیا تھا اور دوسرے صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۲۷۳ھ کو پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی بنام "امۃ الباقی" تین چار سال کی عمر میں انتقال کر گئیں اور دوسری صاحبزادی صفیہ خاتون تھیں جو حافظ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی والدہ تھیں۔

مولانا نے نوعمری ہی میں فارسی کی کتابیں کرنال میں اپنے ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں جو فارسی کے قابل ترین اساتذہ تھے علم فارسی سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو عربی کا شوق ہوا۔ آپ نے ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں حضرت مولانا محمد بخش صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔ استاد کی ترغیب سے آپ نے بعمر سترہ سال سنہ ۱۲۶۱ھ میں دہلی کا سفر کیا اور حضرت مولانا قاضی احمد الدین صاحب پنجابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تعلیم شروع کی۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک سال بعد سنہ ۱۲۶۲ھ میں استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو دہلی میں اجمیری دروازہ کے قریب صدر مدرس تھے، تعلیم شروع کی اور پھر دونوں حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی اور قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہم سبق ہوگئے اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کرلیں، اور حفظ قرآن پاک کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کا نکاح آپ کے حقیقی بڑے ماموں حضرت مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی خدیجہ خاتون علیہا الرحمۃ سے ہوا۔ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر سلاسل اربعہ میں بیعت کی ظالم برطانیہ کے خلاف جب رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۴ھ مئی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں تحریک آزادی شروع ہوئی تو اس جہاد میں جس کو کم بخت مورخ غدر کہتے نہیں تھکتے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، حضرت مولانا نانوتوی، حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھرپور حصہ لیا مؤخر الذکر تو جہاد شاملی میں شہید ہوگئے۔ اس جہاد کی پرزور تحریک کئی وجوہ کی بنا پر ناکام ہوگئی اور سابق تینوں حضرات کے خلاف حکومت برطانیہ نے وارنٹ گرفتاری جاری کئے اور گرفتار کرنے والوں کے لئے صلہ اور انعام تجویز کیا اس لئے طالب دنیا لوگ ان کی تلاش میں ساعی اور ان کو گرفتار کروانے کی تگ و دو میں سرگرداں رہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ اپنے مرید صادق جناب راؤ عبداللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصطبل
اسپاں میں پنجلاسہ ضلع انبالہ میں روپوش ہوگئے کسی بدبخت مخبر نے حکومت کو خبر کردی اور
سرکاری عملہ آپہنچا اور راؤ صاحب علیہ الرحمۃ سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کے بہانہ سے پورے
اصطبل کا محاصرہ کرکے تلاشی لی۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مولانا کو ان کی نگاہ سے
اوجھل رکھا اور وہ خائب و خاسر ہوکر بے نیل مرام واپس چلے گئے۔

لیکن برطانیہ ظالم کی آتش انتقام اس سے کب ٹھنڈی ہوسکتی تھی مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا
تعاقب اور تلاش بھی بدستور جاری رہی۔ مولانا ظالموں کی نگاہوں سے بچ کر رامپور پہنچے اور حضرت
حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان میں چھپ رہے اور وہیں سے ۱۲۷۶ھ کے
شروع میں گرفتار کئے گئے، اور سہارنپور کے جیل خانہ میں پہنچا کر جنگی پہرہ کی نگرانی میں دیدیئے
گئے۔ تین چار دن آپ کو کال کوٹھری میں اور پھر پندرہ دن جیل خانہ کے حوالات میں مقید رکھا
گیا اس کے بعد پیدل ہی براستہ دیوبند مظفرنگر کے جیل خانہ میں منتقل کردیا گیا اور تقریباً
چھ ماہ وہاں رہے بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باعزت رہائی نصیب ہوئی اور اس کی
وجہ بھی کہ ظالم برطانیہ کے قدم مضبوط ہوچکے تھے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا اس لئے مسلمانوں کی
ایک معتمد شخصیت کو رہا کرکے دینی شورش کو ختم کرنا مناسب سمجھا گیا۔ دیوبند سے مولوی ابوالنصر
علیہ الرحمۃ اور ان کے والد مولوی عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ وغیرہ متعلقین واحباب کی معیت
میں گنگوہ پہنچے۔ اور گنگوہ میں ۱۳۲۳ھ تک ایک مسلسل پچاس سال تک سہارنپور، بنگال،
پنجاب، مدراس، دکن، بہار، اور افغانستان وغیرہ اطراف واکناف کے طلبہ دین آپ سے
مستفید ہوتے رہے۔ ۱۲۸۰ھ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی اور یہ
حج فرض تھا، دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں نصیب ہوا جو حج بدل تھا اور تیسرا حج ۱۲۹۹ھ میں کیا۔

۱؎ دیکھئے تذکرۃ الرشید صفحہ ، سوانح قاسمی ج ۲ صفحہ ، امداد المشتاق صفحہ ، پیر شہید ... صفحہ ۹۹

یہ بھی حج ہوا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو صالح اولاد سے بھی نوازا اور بے شمار دینی خدام آپ سے اپنی اور لاتعداد تلامذہ، خلفاء اور اولاد کے صدقہ جاریہ کے علاوہ۔ فتاویٰ رشیدیہ، اوثق العریٰ، ہدایۃ الشیعہ، سبیل الرشاد، امداد السلوک، القطوف الدانیہ، زبدۃ المناسک، لطائف رشیدیہ، رسالہ تراویح، رسالہ وقف، فتویٰ ظہر احتیاطی، فتویٰ میلاد، ہدایۃ المعتدی، رسالہ خطوط وغیرہ۔ علمی ذخیرہ چھوڑ کر ۱۳۲۳ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (آمین)

قطب الارشاد، فقیہ النفس، ماہر رموز شریعت، واقف اسرار طریقت، داعی توحید و سنت، اور ماحی شرک و بدعت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت مذہبی اور سیاسی لحاظ سے ہندوستان کی علمی دنیا میں نہ صرف جانی پہچانی ہے بلکہ قابل اعتماد اور مقبول شخصیت ہے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور تدریس میں اپنی عزیز زندگی بسر کی۔ اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جید علماء اور ارباب طریقت ان کی بدولت پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ہندوستان میں تقریر و تدریس اور تالیف و ارشاد کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کی اصلاح کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دینی کام ان سے لیا۔ اور ظالم برطانیہ کے خلاف تو ان کی مجاہدانہ کوششیں رہتی دنیا تک ایک یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مگر خان صاحب بریلوی کی تکفیری گند چھری کی زد سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی بھی محفوظ نہیں رہی اور ان کو بھی کافر بنانے میں خان صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے جن مسائل کی وجہ سے ان کی بلاوجہ تکفیر کی گئی ہے وہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے بلکہ وہ خود ان کو صریح اور قطعی کفر فرماتے ہیں۔ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

---

* تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو، پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسماعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور یہ نے

اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا جس کا نام سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح دکھا اور میں نے یہ کتاب بصیغۂ رجسٹری اس کی طرف اسکے نام پر بھیجی اور بذریعہ ڈاک اس کے پاس سے رسید آگئی جسے گیارہ برس ہوئے اور مخالفین تین برس خبریں اڑاتے رہے کہ جواب لکھا جائے گا، لکھا گیا، چھاپا جائے گا، چھپنے کو بھیج دیا، اور اللہ عزوجل اس سے سچا کہ دغابازوں کے مکر کو راہ دکھاتا تو وہ نہ کھڑے ہو سکے نہ کسی سے مدد پانے کے قابل تھے، اور اب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں بھی اندھی کردیں جس کی سینے کی آنکھیں پہلے سے پھوٹ چکی تھیں تو اب جواب کی امید کہاں اور کیا خاک کے نیچے سے مردہ جھگڑنے آئے گا پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں رجو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا، صاف لکھ دیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا ماننے اور تصریح کرنے کہ معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی درکنار فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا اور بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اللہ عزوجل کے امکان کذب ماننے کا برا انجام دیکھو کیوں کر وقوع کذب ماننے کی طرف کھینچ کر لے گیا یوں ہی سنت الٰہیہ چلی آئی ہے اگلوں سے یہی ہیں وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھی کردیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انتہی۔

(حسام الحرمین ص۱۸ ، ص۲۰)

اور دوسرے مقام پر خان صاحب لکھتے ہیں کہ،

خدارا انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے، جھوٹ بولا، جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیئے، جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیئے، جس نے کہا

کہ اس میں تکفیر علمائے سلف... کی لازم آتی ہے۔ حنفی، شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کر سکتا، یعنی
خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی، شافعی
کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے، کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا
کو سچا کہا اور کسی نے اسے جھوٹا لہذا ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔ یعنی جو خدا کو
جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو، کیا جس نے یہ سب تو اس مکذب خدا کی نسبت بتایا
اور شرمیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار کے کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع
مسئلہ اتفاقیہ ہے صاف صریح کہہ دیا کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، گویا خانصاحب
کے نزدیک قدرت علی الکذب مع امتناع الوقوع کے معنی صاف صریح وقوع کذب کے ہوتے
ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ، یہ ہے خانصاحب کی فہم والانصاف، حقیقۃً یعنی یہ بات ٹھیک
ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا ہے۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود
مسلمان ہو سکتا ہے؟ مسلمانو! خدا را انصاف، ایمان نام کاہے کا تھا، تصدیق الٰہی کا، تصدیق
کا صریح مخالف کیا ہے تکذیب، تکذیب کے کیا معنی ہیں کسی کی طرف کذب منسوب کرنا، جب
صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے؟ خدا جانے
مجوس و ہنود و نصاریٰ و یہود کیوں کافر ہوئے ان میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا
بھی نہیں بتاتا، ہاں معبود برحق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انہیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے
یا تسلیم نہیں کرتے ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ نکلے کہ خدا کو مانتا،
اس کے کلام کو اس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا، اس سے وقوع
کذب کے معنی درست ہو گئے۔ الخ۔

(حسام الحرمین ص ۱۰۱)

الجواب: خانصاحب بریلوی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جو یہ
بے بنیاد الزام تھوپا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں

کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے، اس نے جھوٹ بولا، اور جھوٹ بولتا ہے۔ خالص بہتان، سفید جھوٹ اور خدا افترا ہے اور اس الزام میں ایک رتی بھر بھی صداقت نہیں ہے اور یہ سب کارروائی مخالف صاحب کی اپنے مریض سینہ کی اختراع ہے۔ کیوں نہ ہو کہ ہم قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور و مستند ادلہ اور مستند فتاویٰ کے حوالے سے ہی عرض کر دیں تاکہ مخالف صاحب کے بہتان اور جھوٹ کی قلعی بالکل کھل جائے اور کس و ناکس کو ان کی دغابازی کا علم ہو سکے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امکان کذب کے سلسلہ کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد از سلام مسنون آنکہ آپ نے مسئلہ امکان کذب کو استفسار فرمایا ہے۔ مگر امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا، یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید آئی ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔ اور یہی مسئلہ جھوٹ کا اس وقت میں ہے بندہ کے چند احباب نے بھی کہے ہیں اس کو اعدا نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا، اس قدرت اور عدم الوقوع کو امکان ذاتی اور ممتنع بالغیر سے تعبیر کیے ہیں۔ فقط والسلام۔ رشید احمد عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۰، طبع جید برقی پریس دہلی)

مسئلہ امکان کذب سے متعلق اس عبارت سے مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ کے عقیدہ و مسلک پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ اور دوسرے مقام پر اسی مضمون کے ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

استفتاء :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب! ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ ہرگز مومن نہیں ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے، اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوًا کبیرًا۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اس کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کریگا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفرلھم الخ لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ ج ۱ ص ۲)

اسی فتاوے رشیدیہ میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی مسئلہ کے بارے میں ایک جواب درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

جواب! واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔ وغیرہا آیات کے وہ

ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے، اس کی تحقیق میں طول ہے۔ الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شئے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیاء کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زمان قاصر ہیں۔ آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے الخ (آگے قرآن وحدیث کی ایک ایک مثال بھی بیان فرمائی ہے)

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۰)

پہلی دونوں عبارتیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنی ہیں، ان کا ایک ایک حرف پڑھیں اور خاں صاحب بریلوی کی وقیعہ سنجی اور نکتہ رسی کی داد دیں مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ کا کیا عقیدہ اور مسلک ہے حضرت گنگوہی نے کیا فرمایا، اور خاں صاحب نے از راہ تعصب وہٹ دھرمی کیا لکھا ہے؟ عبارتیں بالکل روشن ہیں ہمیں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور تیسری عبارت مولانا گنگوہی کے پیر ومرشد حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جو اپنے مفہوم اور مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور بے غبار ہے اتنی تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی کور مغز یا ضدی یہ کہے کہ مولانا گنگوہی اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا کہتے ہیں اور اس سے وقوع کذب کے قائل ہیں تو یہ سراسر باطل اور یقیناً مردود ہے اور خود مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ ایسے شخص کو قطعاً

کافر اور ملعون قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت سے یہ واضح ہے۔ لیکن بایں ہمہ خانصاحب بریلوی اور ان کے اتباع واذناب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معاذ اللہ تعالیٰ اسلئے کافر کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ، حالانکہ ان کا دامن بالکل اس بہتان عظیم سے پاک وصاف ہے۔

رہا خانصاحب کا یہ الزام کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا مہری دستخطی فتوے بمبئی وغیرہ سے طبع ہوا ہے اور اس میں انہوں نے معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تبارک وتعالےٰ کو بالفعل جھوٹا کہا ہے تو یہ بھی خان صاحب کا ایک خالص جھوٹا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے چنانچہ مسئلہ امکان کذب کے سلسلہ میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ پر اس اتہام کے بارے میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

" اور یہ جو رضا خاں صاحب بریلوی کہتا ہے کہ اس کے پاس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتوے کا فوٹو ہے جس میں ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا قدس سرہ پر یہ بہتان باندھنے کو یہ جعل ساز ی ہے جس کو گھڑ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے اور ایسے جھوٹ اور جعل سازی ان کے آسان ہیں کیونکہ اس میں وہ استادوں کا استاد ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے، کیونکہ تحریف وتلبیس و دجل ومکر کی اس کو عادت، اکثر مہریں بنالیتا ہے ..... مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں اس لئے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے ہے علماء امت کو کافر کہتا رہتا ہے جس طرح محمد بن عبد الوہاب کے وہابی چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے۔ خدا اس کو بھی انہیں کی طرح رسوا کرے، انتہیٰ۔ (المہند علی المفند ص۳۷)

خود خان صاحب رویت ہلال کے سلسلہ میں خط کے نامعتبر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں

" تمام کتابوں میں تصریح ہے الخط یشبہ الخط۔ الخط لا یعمل بہ "

(ملفوظات حصہ دوم ص۳)

جب رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ

میں اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے ؟ اور وہ بھی جعلی کہ منسوب الیہ کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ
ہو۔ غرضیکہ خان صاحب بریلوی اور ان کے اتباع نے قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ کو جو بایں وجہ کافر کہا اور بنایا ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا سمجھتے
ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ العیاذ باللہ خدا تعالیٰ بالفعل جھوٹ بولتا ہے اور اس سے کذب
واقع ہوا ہے، ایک خالص بہتان ہے اور نرا جھوٹ ہے۔ مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا وہی
عقیدہ ہے جو تمام اہل سنت والجماعت کا ہے اس مسئلہ کی سیر حاصل بحث راقم کی کتاب تنقید متین
بر تفسیر نعیم الدین طبع دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب چہارم

حضرت مولانا سہارنپوریؒ

حضرت مولانا شاہ خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی الخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، جو تینتیسویں پشت میں سیدنا حضرت ابوایوب خالد بن زید الانصاری الخزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتے ہیں۔ صفر ۱۲۶۹ھ دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنے ننہیال قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی مبارک النساء حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند کی حقیقی بہن اور استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب قدس سرہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اپنی والدہ کے بطن سے توام (جڑواں) پیدا ہوئے آپکی ولادت سے چند گھنٹے قبل آپ کے ایک تنومند اور خوبصورت بھائی پیدا ہوئے مگر وہ وفات پا گئے۔ اور پیچھے رہنے ضعیف اور کمزور جسم کے خلیل احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا اور علم و عرفان کی عظیم دولت سے نواز کر دنیا کی نظریں ان پر لگا دیں۔ جب آپ کی عمر تقریباً تین سال کی ہوئی تو خود آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبرکاً بسم اللہ شریف پڑھا کر آپ کو قاعدہ شروع کرایا۔ آپ چونکہ بفضلہ تعالیٰ ذکی اور ذہین تھے جلد ہی قرآن شریف ناظرہ ختم کر لیا اور اس کے بعد اردو شروع کر دیا۔ قرآن کریم، اردو، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں انبہٹہ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد بعمر گیارہ سال آپ اپنے چچا انصار علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چلے گئے جو ریاست گوالیار میں بعہدہ

صدرالصدور فائز تھے۔ اور میزان الصرف اور پنج گنج تک کتابیں ان سے پڑھیں۔ جب آپ
کے والد ماجد شاہ مجید علی صاحب جن کی عمر کا اکثر حصہ ریاستوں کی ملازمت میں باہر گزرا تھا ملازمت
ترک کر کے وطن تشریف لائے تو اپنے فرزند خلیل احمد صاحب کو پاس بلا لیا اور مولانا سخاوت علی
صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے سپرد کر دیا جو قصبہ انبہٹہ کے مشہور استاد اور محترم عالم تھے آپ نے
ان سے کافیہ تک کتابیں پڑھیں بعض اعزہ کی رائے سے آپ کی ذہانت کے پیش نظر آپ کو
انگریزی اسکول میں داخل کرا دیا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا نے ماسٹروں پر اپنی ذہانت
کا سکہ بٹھلا دیا۔ اس کے بعد محرم ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد قائم
ہوئی اور وہاں کے صدر مدرس آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
جن کی بمرض ہیضہ ۱۳۰۲ھ میں اپنے وطن نانوتہ میں وفات ہوئی، مقرر کئے گئے تو آپ ان
کے پاس چلے گئے اور وہاں پھر کافیہ کی جماعت میں شریک ہو گئے۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام سے چھ ماہ بعد رجب ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور
کا افتتاح ہوا۔ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی ۱۳۰۲ھ
کہ وہ بھی قریبی رشتہ سے آپ کے ماموں ہوتے تھے مدرسہ مظاہر العلوم کے صدر مدرس تجویز
ہوئے تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ مظاہر العلوم سہارنپور چلے گئے اور ۱۲۸۸ھ
میں جب کہ آپ کی عمر تئیس سال کی تھی، آپ نے درس نظامی ختم کر لیا۔ سند فراغت کے بعد
آپ کو مدرسہ منگلور ضلع سہارنپور بھیجا گیا۔ اس کے بعد مظاہر العلوم میں معین المدرسین کے عہدہ
پر مقرر کیا گیا مگر علوم ادبیہ میں کامل مہارت پیدا کرنے کا شوق آپ پر غالب رہا۔ اور آپ اس
وقت اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر اور علوم شرقیہ کے استاذ الکل حضرت مولانا فیض الحسن صاحب
سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ المتوفی ۱۳۰۴ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم ادبیہ
میں خاطر خواہ مہارت حاصل کی اور ان کی تکمیل فرمائی۔ واپسی پر حضرت نے اپنا باقی معمول جاری
رکھتے ہوئے سال بھر میں قرآن کریم بھی یاد کر لیا اور اپنی مسجد میں حسبۃً للہ سنانے کا ذوق

بھی پیدا کیا۔ ظالم برطانیہ کی مذہب اسلام کے خلاف کھلی کارروائیوں، اور مسلمانوں کے خلاف
برملا جنبہ اندازی کی وجہ سے مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار
دیا اور اس سے ہجرت کرنے کو لازم قرار دیا۔ ان حضرات کی اسی کوشش کو ناکام کرنے اور انگریز
کا ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے خان صاحب بریلوی نے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار
الاسلام" وغیرہ کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ اس حق گوئی کی پاداش میں آپ کو شعبان ۱۳۳۳ھ
میں بمبئی سے گرفتار کرکے نینی تال جیل بھیج دیا گیا۔ عدالت کی طرف سے سوال ہوا کہ آپ نے
ہندوستان کو دارالحرب اور اس سے ہجرت کو ضروری اور واجب کہا ہے؟

فرمایا ہاں ضرور کہا ہے کیوں کہ دہلی سے تواتر سے خبر آئی ہے کہ گورنمنٹ ہمیں ہمارے مذہب
اسلام کے خلاف حکم دینے پر مجبور کرتی ہے۔ حکومت کو اپنی اس غلط اور سخت پالیسی کا احساس
ہوا اور اس نے مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کے لئے حسن سلوک اور مذہبی رواداری کا اعلان
کیا اور اس کے بعد مولانا اور دیگر کارکنوں کو رہا کردیا گیا۔

شادی اور اولاد

سنہ ۱۲۹۰ھ میں بعمر چوبیس ۲۴ سال آپ کی شادی شاہ عبدالرحمٰن صاحب
گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے گنگوہ میں ہوئی۔ خطبۂ نکاح
قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے پڑھا۔ سنہ ۱۲۹۱ھ میں
ایک فرزند پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد ابراہیم رکھا گیا۔ پھر سنہ ۱۲۹۳ھ میں ایک لڑکی کا تولد ہوا جس کا
نام منیر النساء رکھا گیا۔ پھر سنہ ۱۲۹۵ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی۔ اور تین چار دن کے بعد ماں
اور بیٹی دونوں عالم آخرت کو روانہ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرزند بھی مرحمت فرمایا جن کا نام
عبدالرشید تھا، جو شادی ہونے کے بعد بے اولاد فوت ہوگیا۔

اس کے بعد آپ نے ایک بیوہ سے نکاح کیا جو آخر عمر تک آپ کے ساتھ رہی مزاج میں
گو قدرے تندی تھی لیکن آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی روا نہ رکھی۔

تدریس

آپ منگلور، بھوپال، بہاولپور، بریلی، اور دیوبند وغیرہ مختلف مقامات میں

مدرس رہے اور پھر ۱۳۱۴ھ میں پھر تقریباً تیس سال آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۲۹۹ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور سالہا سال تک درس علاوہ تالیف و افتاء کے مہمانان رسول صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کی دینی اور علمی خدمت میں مصروف رہے ۔

مدینہ طیبہ میں موت کی آرزو

آپ نے مدینہ طیبہ میں وفات پانے اور دفن ہونے کی آرزو اور شوق میں وہیں ڈیرے ڈال دیئے بالآخر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو مدینہ طیبہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع کے قبرستان میں اہل بیت کی قبور کے پاس دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا ۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

تصانیف

آپ کی تالیفات ، ہدایات الرشید ، مطرقۃ الکرامۃ ، اتمام النعم ، تنشیط الآذان ، المہند علی المفند ، البراہین القاطعہ ، اور چار ضخیم جلدوں میں فتاویٰ جو مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں غیر مطبوعہ ہیں کے علاوہ ابو داؤد شریف کی نفیس شرح بذل المجہود ، جو ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں شروع اور ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ میں دس برس پانچ ماہ اور دس دن میں پوری ہوئی ۔ علمی اور تحقیقی شاہکار ہونے کے علاوہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ اور رفع درجات کا بہترین ذریعہ ہیں اور تلامذہ کا سلسلہ اس پر مستزاد ہے ۔

خان صاحب کا ان پر پہلا الزام

خان صاحب بریلی ان کی لاجواب اور ٹھوس علمی کتاب "البراہین القاطعہ" سے خاصے بدحواس ہوگئے ہیں اور اسکے محقق جواب کی توفیق تو ان کو نہ ہوسکی ۔ ہاں البتہ عامۃ المسلمین کو اس کتاب اور اس کے مصنف سے بدظن کرنے کے لئے جو حربہ خان صاحب نے اختیار کیا اپنے طبقہ میں اس میں وہ کامیاب رہے ہیں وہ یہ کہ ان کی ایک عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کرکے ان کی مراد کے خلاف غلط معنے کرکے ان پر کفر کا فتوے جڑ دیا اور معاذ اللہ تعالے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وبارک وسلم کی توہین کا مرتکب گردانا اور پھر مخلوق خدا کو دہائی دی کہ دیکھو کیا ہو گیا ؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم خان صاحب کی عبارت بلفظہٖ حرف بحرف نقل کر دیں تاکہ صحیح بات کے سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ خانصاحب لکھتے ہیں۔

چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہے وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اسی تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۴۷ پر یوں ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے.......... اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے فریاد اے مسلمانو! فریاد! اسے وہ جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم پر ایمان رکھتے ہو الخ۔

(حسام الحرمین ص ۱۳ طبع بار سوم اشرفی کتب خانہ فتوان دہلی صوبائی ؟)

اور دیگر اہل بدعت نے بھی اس اعتراض کو زور و شور سے اچھالا کر عامۃ المسلمین کو متنفر کرنے کی بے جا سعی کی ہے۔ اور مولوی محمد عمر صاحب نے بھی مقیاس حنفیت ص ۲۱۲، ص ۲۱۳ میں اسے خوب پھیلایا ہے۔

الجواب! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بجائے ادھوری عبارت پیش کرنے، اور ناکمل عبارت پر نگاہ ڈالنے کے، پوری اور مکمل عبارت کو اور جس کے جواب میں یہ عبارت لکھی گئی ہے اس کو ایک نظر بخوبی دیکھ لیں، اصل بات یہ ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب (ساکن رامپور ضلع سہارنپور) نے بدعات کی تائید و ترویج اور حضرت مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ

کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کو بدعات کے مسائل کی میگزین کہنا چاہیے جس کا نام انہوں نے انوار الساطعہ در بیان مولود و فاتحہ رکھا ہے۔ اس کتاب کے رد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے کتاب لکھی جس کا نام البراہین القاطعہ تجویز کیا گیا۔ مولوی عبد السمیع صاحب محفل میلاد میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اقول عقیدہ اہلسنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں، تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطیؒ اور شرح مواہب علامہ زرقانیؒ میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس وبہائم اور جمیع مخلوقات کا، اور اللہ تعالےٰ نے کر دیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ھھنا و ھھنا یعنی ادھر سے لے لیتا ہے جان کو اور ادھر سے اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، کیڑے مکوڑے اور چرند پرند، درند، اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہو جاتا ہے۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ، ملک الموت وقت موت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی، یہ حدیث طویل ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو، رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہ پہچانتے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے۔ بھلا ملک الموت علیہ السلام ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے۔ در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے

کہ شیطان اولادِ آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے واقدرہ علی ذالک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذالک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ، اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سمجھئے کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی اگر سیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود، تمہارے قاعدہ سے چاہئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے مدح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین پر یا زمین کے چند مواضع ومقامات پر پڑ جاوے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال اور بعید ہے، علامہ زرقانیؒ نے ابو الطیب کا شعر شرح مواہب لدنیہ کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے ؎

کالشمس فی وسط السماء ونورھا	یغشی البلاد مشارقا ومغاربا
کالبدر من حیث التفت رأیتہ	یھدی الی عینیک نورا ثاقبا

یعنی جس طرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک اور جس طرح چاند جہاں سے تو اس کو دیکھے اسی جگہ سے تیری آنکھوں میں نور بخشے گا، انتہیٰ کلامہ۔

پس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے کھول رکھی ہے اس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھ کر کہہ دیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادر زاد یوں کہے گا کہ چاند

کہیں نہیں، پس اسی طرح روح کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ بھی کھول دے اور پردہ اٹھا دے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی دیکھ سکتا ہے۔ امام شعرانیؒ نے میزان میں لکھا ہے قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس المرسی وغیرھما انھما کانا یقولان لو احتجبت رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما اعددنا انفسنا من جملۃ المسلمین۔

دیکھئے ابوالحسن شاذلی وغیرہ اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک پل جھپکنے کے برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چھپ جاویں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں۔

اب دیکھئے یہ اولیاء اللہ ان مفتی صاحبان صافی عقیدت کے نزدیک کس فتوے اور کس حکم میں داخل ہوں گے اور ہونا روح انبیاء علیہم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر جو ہم نے بیان کیا یہ تفسیر عزیزی بیان علیین میں دیکھو لیکن باوجود ہونے علیین میں آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے ہر زائر کو جانتے ہیں کون زیارت کو آیا، سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں، قبر میں جسم مبارک زندہ ہے۔ زرقانیؒ نے لکھا ہے۔ ان نبینا بالرفیق الاعلی وبدنہ فی قبرہ یرد السلام علی من یسلم علیہ۔ اس مقام کی تحقیق زیادہ اس سے مقام اثبات مولود شریف میں بیان کریں گے۔ اب فکر کرنا چاہئے کہ جب چاند، سورج ہر جگہ موجود، اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک، ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے کہ تمہارے استدلال کے موافق تو چاہئے یہ سب محدث اور فقہاء بباعث اعتقاد حضور ہر جگہ ملک الموت اور ابلیس کے بانیان محفل مولد شریف کی بہ نسبت زیادہ مشرک ٹھہریں معاذ اللہ۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعوےٰ نہیں کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے، ہاں دعویٰ ہے کہ اگر کسی کا یہ اعتقاد ہو وہ مشرک نہیں۔ انتہیٰ۔

(کلام صاحب انوار ساطعہ مع البراہین القاطعہ ص۳۴ تا ص۳۵ طبع امدادیہ دیوبند یوپی انڈیا)

انوار الساطعہ کی اس عبارت سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کے ہر جگہ یا زمین کے چند مواقع اور مقامات پر حاضر ہونے کو ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر قیاس کرنے والے مولوی عبدالسمیع صاحب ہیں اور یہ شیطانی اور ابلیسی قیاس ان کے ذہن کی پیداوار ہے اور ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی روح مبارک کا ہر محفل میں آنے کا دعویٰ ہم نہیں کرتے ہاں اگر کوئی کرے تو اس کو شرک بھی نہیں کہتے۔ اور تاسف بالائے تاسف یہ ہے کہ جتنے مقامات پر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا حاضر ہونا تسلیم کرتے ہیں ملک الموت اور ابلیس کا ان سے زیادہ تر مقامات میں حاضر ہونا مانتے ہیں گویا جتنے مقامات کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مانتے ہیں ان سے بڑھ کر اور کہیں زیادہ (کیونکہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ اس سے زیادہ تر مقامات الخ) وہ ملک الموت اور ابلیس کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ برا کرے تعصب وعناد کا کہ خان صاحب اور ان کے اتباع یہ واؤ ناب یہ ناروا الزام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے سر تھوپتے ہیں کہ وہ شیطان کا علم (معاذ اللہ تعالےٰ) زیادہ بتلاتے اور مانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر (العیاذ باللہ تعالےٰ) شیطان کا علمی تفوق اور برتری جتلاتے ہیں اور اس وجہ سے وہ کافر و مرتد ہیں (عیاذاً باللہ تعالےٰ) انوار الساطعہ کی خط کشیدہ عبارات کو اور ان امور لطیفہ نکات کو جو ہم نے ابھی عرض کئے ملحوظ رکھیں اب ہم آپ کے سامنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی وہ مکمل عبارت عرض کرتے ہیں جو انہوں نے "انوار الساطعہ"

کی عبارت کے رد میں تحریر فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

قولہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کا یہ ہے الخ   اقول عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی
صفت صفات حق تعالے کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرمایا ہے
ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں سمع وبصر علم وتصرف حق تعالے کا حقیقی ہے اور
مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شیئ الآیۃ پھر جس کو جس قدر کوئی علم وقدرت وغیرہ عطا
فرمایا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان کو جس قدر وسعت دی اور
ملک الموت کو اور آفتاب وماہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت
نہیں اور زیادہ کوئی ان سے کام نہیں نکلتا اور نہ اس کثرت وقلت پر فضل کی کمی وزیادتی موقوف
ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ وافضل ہیں معہذا علم کا ایک شعبہ
ان کا حضرت خضر علیہ السلام سے بہت کم تھا اور پھر جس قدر حضرت خضرؑ کو ملا اس سے زیادہ پر قادر
نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضرؑ مفضول کی برابر بھی اس علم کا شعبہ
کو پیدا نہ کر سکے۔ پس آفتاب وماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا، اور ملک الموت
اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر
کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم
کا کام نہیں۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی
ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہذا اس کا اثبات
اس وقت قابل التفات ہو کہ مولف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے
ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جائے تو کب قابل التفات ہوگا؟

دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کے خلاف کس طرح
قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مولف کا مردود ہوگا۔ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں
واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت۔

کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[1] اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر رائق[2] وغیرہ کتب سے لکھا گیا ہے ۔

تعجب اگر افضلیت اسی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر دور از علم و عقل ہے ۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم[3] محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ۔ اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے سب تہذیبی عقیدہ کی افشا کی نگر فہم سے ماشاء اللہ

---

[1] حضرت شیخ عبد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ۔ ونیز فرمودہ است کہ من بشرم نمیدانم کہ در پس این دیوار چیست یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہ اھ ۔ اشعۃ اللمعات جلد ا صـ ۲۶۳ مطبع نولکشور لکھنو اس مقام پر حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک یہی جواب اصل ہے ۔ [2] اور یہ مسئلہ مشہور بحر رائق اور عالمگیریہ و در مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے شہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد کرے کہ یہ مساوات علم الٰہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ نہیں اھ البراہین القاطعہ صـ ۲۸۷

[3] نوٹ کتابت کی غلطی سے بعض نسخوں میں بجائے علم کے لفظ عالم طبع ہو گیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔

ہنوز بحث دور ہی خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ چنانچہ وجہ اس کی اوپر ذکر ہوئی اور قیاس سے اس کا اثبات جہل ہے کہ شائبہ علم کا بھی اس کا مجوز نہیں۔ الغرض یہ تحقیق واہی مؤلف کی محض جہل ہے وہ شاید شرک میں مبتلا ہو مگر ایک عالم کا راہ مار دیا۔ بعد اس کے جو حکایات اولیاء اللہ کی مؤلف نے لکھی ہیں تو اول تو یہ حکایات حجت شرعیہ مثبت حکم کی نہیں خصوصاً باب عقائد میں۔ پس ان حکایات کو قبول کر کے نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے متوقع نہیں چہ جائیکہ عالم سے اور بعد تسلیم کہتا یہ ہے کہ ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونا اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا، کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیئے اور ثبوت ہو جبکہ نص سے واجب ہے مگر سوء فہم مؤلف کا قابل تماشا ہے کہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلاء کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ کوئی محدث و فقیہ و صوفی متقی مشرک نہیں مگر جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہو گا البتہ وہ مشرک ہے اور ان عبارات اور روایات سے حجت اپنے دعوے بے سروپا کی لانا محض کوتاہ فہمی مؤلف کی ہے ورنہ اس میں کوئی دلیل دعویٰ مؤلف پر نہیں کما لا یخفیٰ۔ انتہیٰ۔

(البراہین القاطعہ ص [illegible] تا ص [illegible] طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

قارئین کرام ! البراہین القاطعہ کی اس عبارت کو جو مکمل نقل کردی گئی ہے بار بار پڑھیں اور انصاف سے فرمائیں کہ اس عبارت میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کونسی بات قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف کہی ہے اور اس عبارت کے کن الفاظ میں ومعاذ اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی توہین کی ہے ؟ اور کب موقف مرحوم ومغفور نے والعیاذ باللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے علم اور حاضر و ناظر ہونے کو ملک الموت اور ابلیس کے علم پر قیاس کیا ہے ؟ بات تو صرف اتنی ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو آفتاب و ماہتاب اور ملک الموت اور ابلیس کے ہر جگہ حاضر ہونے پر قیاس کیا ہے اور ملک الموت اور ابلیس کے ہر جگہ موجود ہونے پر بزعم خود کچھ روایات بھی انہوں نے پیش کی ہیں جن کو وہ نص سمجھتے ہیں اور اس نص پر اپنے فاسد قیاس کی بنیاد رکھتے ہیں اور بزد یہ بے بنیاد عقیدہ منوانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کیا جائے اور پھر خود اس کی تردید بھی بصراحت لاشعوری میں کر جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم تو ہر مجلس مولود میں حاضر نہیں ہوتے ، اور ملک الموت اور شیطان تو پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر زیادہ تر مقامات میں حاضر ہوتے ہیں گو اس لحاظ سے معاذ اللہ تعالیٰ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم پر ملک الموت اور ابلیس لعین کی ان امور اور ایسے مقامات میں حاضری کی وجہ سے وسعت علمی اور برتری خود تسلیم کرتے ہیں اور اہل حق کو خبردار ہم کرتے ہیں کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے ہاں اگر کوئی دعویٰ کرے تو وہ مشرک نہیں ۔

ایک طرف مؤلف انوار ساطعہ کی اس عبارت پر غور کریں کہ اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر

مقامات پاک و ناپاک کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے الخ۔

اور دوسری طرف مؤلف مذکور جو بریلوی حضرات کے وکیل اعظم ہیں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ ہر مجلس میلاد میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے۔ چنانچہ وہ انوار ساطعہ مع البراہین القاطعہ ص۲۵۱، ص۲۵۲ میں لکھتے ہیں۔

اور طرفہ تو یہ ہے کہ بانیان محفل میلاد علی العموم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ روح مبارک ہر جگہ موجود ہو جاتی ہے خواہ اس محفل میں قاری مولد کوئی مرد بیٹ دار محب رسول ہو یا کیسا ہی آدمی ہو سامعین بہذب آداب ظاہر و باطن ہوں یا نہ ہوں روایات اس میں صحیح طور پر بیان کی جاتی ہوں یا موضوع باتیں شاعروں کی گھڑی ہوئی پڑھتے ہوں کھانے اور شیرینی اور عطر میں مال زہد اور محنت کا کمایا ہوا ہو یا رشوت اور سود اور غصب کا مارا ہوا ہو دلوں کو اچھی طرح اشتیاق کے ساتھ حضور کے تصور میں لگا رکھا ہو یا نہیں، حاضرین جلسہ خوش اعتقاد ہوں یا نہیں ہم نے بہتیری مجالس میں دیکھا ہے کہ کسی کسی وجہ سے بعض منکرین بد طینت و بد اعتقاد بھی آجاتے ہیں حالانکہ ایسے شخصوں کا حاضر ہونا ایک قسم کی کدورت محفل میں پیدا کرتا ہے اھ۔ اور پھر آگے ص۲۵۲ میں لکھتے ہیں۔

روح مبارک کا تشریف لانا اعلیٰ درجہ کی بات ہے پس ہر محفل میں کہ خواہ وہ کیسی ہی وضع سے مرتب ہو تشریف آوری کا دعویٰ کون کرتا ہے اھ۔

اس سے بصراحت تامہ یہ بات معلوم ہوئی کہ مؤلف الانوار الساطعہ کے نزدیک ایسی مجالس میں شیطان تو حاضر ہوتا ہے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ان میں حاضر اور موجود نہیں ہوتے مگر افسوس ہے کہ کوسا دیوبندیوں کو جا رہا ہے کہ معاذ اللہ تعالے وہ شیطان کو اعلم مانتے ہیں ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اور مؤلف الانوار الساطعہ کے اس طرز استدلال پر کہ ملک الموت اور ابلیس ہر جگہ موجود ہیں

جس پر بزعم خود بطور نص کے چند حدیثیں پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کے حاضر ہونے کو قیاس کیا ہے حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱) اولاً ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنا عقیدہ کے باب سے متعلق ہے اور عقیدہ قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے اس کیلئے قطعی دلیل درکار ہے وہ قرآن کریم، خبر متواتر اور اجماع قطعی ہی ہوسکتا ہے، اور مؤلف نے ایسا نہیں کیا پھر اس کا یہ دعویٰ کب قابل التفات ہوسکتا ہے ؟

(۲) ثانیاً ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت کرنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے (اس کی پوری بحث ہماری کتاب "تبرید النواظر" یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں ملاحظہ فرمائیں ۔ صفدر) اور بطور اختصار تین حوالے مولانا مرحوم نے پیش کئے ہیں، دو حدیث کے اور ایک فقہ حنفی کی مستند کتاب البحر الرائق کا ۔ تو قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے مخالف عقیدہ مردود ہے اور ہرگز قابل توجہ نہیں ہے ۔

(۳) ثالثاً ۔ مسلمان فاسق ہی کیوں نہ ہو شیطان سے افضل ہے اور خود مؤلف الانوار الساطعہ مولوی عبد السمیع صاحب بھی انسان ہونے کی وجہ سے شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف اپنے قائم کردہ قیاس کے رو سے اپنے لئے ہی شیطان سے زیادہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت ہی ثابت کر دکھا دے اور جب ایسا نہیں تو اس قیاس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے جس سے (معاذ اللہ تعالےٰ) نصوص کو رد کیا جائے اور ایک فاسد عقیدہ اختیار کیا جائے ۔ پھر اس کے بعد مولانا مرحوم، مؤلف الانوار الساطعہ کے اس بے بنیاد قیاس اور اس کی پیش کردہ احادیث (جن کو مؤلف مقیس علیہ اور نص قرار دیکر ان سے قیاس کرتا ہے) اور ان کے مسلمات کو پیش نظر رکھ کر جن میں مؤلف نے ملک الموت وابلیس کو زیادہ تر مقامات میں حاضر تسلیم کیا ہے اور ان کے لئے ان امور میں یہ وسعت علمی تسلیم کی ہے ۔ یوں

گرفت کرتے ہیں کہ:

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت و مؤلف الانوار الساطعہ کے نزدیکم نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی وکہ یہ علم محیط زمین کے ذرہ ذرہ کو حاوی ہو اور ہر پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر کی مجلس میں آپ حاضر ہوں معاذ اللہ تعالیٰ کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟ الخ"

اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا سہارنپوری علیہ الرحمۃ علم محیط زمین کا جملہ تحریر فرماتے ہیں اور آگے لفظ الی آخرہ الخ کا بولتے ہیں یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ بحث صرف علم روئے زمین کی ہے مطلق علم کی نہیں اور نہ علوم عالیہ کمالیہ کی ہے جس پر انسانی فضیلت کا مدار ہے۔

داد دیجئے خان صاحب بریلی اور انکے اتباع واذناب کی دیانت کی کہ اصل مجرم و مؤلف الانوار الساطعہ کو پوچھتے ہی نہیں کہ تم نے عقیدہ کے باب میں یہ شیطانی قیاس کیوں کیا ہے؟ اور شیطان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ذات گرامی سے زیادہ ہر مقام میں حاضر تسلیم کر کے اور اس کے لئے یہ وسعت علم مان کر (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ کی توہین کیوں کی ہے؟ بلکہ الٹا مولانا مرحوم پر برس پڑتے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ تعالیٰ) شیطان کے علم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے علم سے زیادہ تسلیم کرتے ہیں اور توہین کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ اور افسوس صد افسوس یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی ساری عبارت اور کم از کم محل نزاع کی عبارت کا سیاق و سباق اور آگے پیچھے سب عبارت شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں اور صرف لا تقربوا الصلوۃ کا مفید مطلب جملہ اڑا لیتے ہیں اور پھر خلق خدا کو دہائی دیتے ہیں کہ فریاد اے مسلمانو فریاد الخ اس سے بڑھ کر بھی ہٹ دھرمی تعصب اور عناد کا افسوسناک مظاہرہ کوئی کر سکتا ہے؟ اگر آدمی میں ذرہ بھر بھی شرم و حیا ہو تو اپنی

غلطی کو محسوس کرتا اور اس پر نادم ہوتا ہے اور مارے حیا کے اس کی گردن خم ہو جاتی ہے اور آنکھیں جھک جاتی ہیں۔ لیکن خان صاحب اور ان کے پیروکاروں کا باوا آدم ہی نرالا ہے نہ تو ان کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور نہ آنکھیں ہی نیچی ہوتی ہیں اور چند ان دیوبندیوں کی عبارتوں کا ایک مخصوص کورس سیکھ اور پڑھ کر وہ بلا علوم اسلامیہ پڑھے منبر کی زینت بن جاتے ہیں اور ساز و سوز سے تقریر کر کے عامۃ المسلمین کے مذہبی جذبات سے کھیلتے ہیں اور اس لاعلمی اور جہالت میں بھی ان کا کوئی مقرر اپنے کو غزالی وقت اور رازی دوران سے کم تصور نہیں کرتا اور ان کا مدرسہ جتنا حافظ قراء اور حفظ کے درجہ تک ہی محدود ہو۔ دار العلوم سے کم لقب سے ملقب نہیں ہوتا۔ اور ان کے کسی معمولی گاؤں کا خطیب بھی خطیب اعظم کے لقب سے کم پر راضی نہیں ہوتا ہے پیتیوں میں ڈوب کر نکلیں کہاں۔ چار سو پھیلا ہے بحر بے کراں الغرض نہ تو حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "البراہین القاطعہ" میں معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی بلند ذات پاک کی توہین کی ہے اور نہ ہی شیطان کو اعلم قرار دیا ہے یہ سب خان صاحب اور ان کے اتباع کی اختراع اور ایجاد بندہ ہے کہ اپنے سوء فہم اور بدگمانی کو از راہ تعصب دوسروں کے گلے مڑھتے ہیں اور پھر ان پر کفر کے فتوے جڑتے ہیں اور ان کے کفر میں شک اور توقف کرنے والوں کو بھی برملا کافر قرار دیتے ہیں۔ خان صاحب بریلوی نے جب علماء حرمین شریفین کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ بازی کے مسائل میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ خلیل احمد سہارنپوری شیطان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اعلم سمجھتا اور لکھتا ہے۔ تو اس پر علماء حرمین شریفین نے ایک سوال یہ بھی لکھا جس کا جواب خود مولانا سہارنپوری علیہ الرحمۃ نے اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا۔ وہ سوال و جواب درج ذیل ہے۔

انیسواں سوال! کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف

میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے، پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے ہاں کسی جزئی حادثہ حقیر کا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر محقق مولوی سے زیادہ ہے جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں۔ اور ہم ہُدہُد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بتا چکے اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں اور کتب حدیث و تفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں۔ نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افلاطون و جالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو دواؤں کی کیفیت و حالات کا بہت زیادہ علم ہے حالانکہ یہ بھی معلوم ہے کہ نجاست کے کیڑے نجاست کی حالتوں اور مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف ہیں تو افلاطون و جالینوس کا ان ردی حالات سے ناواقف ہونا ان کے اعلم ہونے کو مضر نہیں، اور کوئی عقلمند بلکہ احمق بھی کہنے پر راضی نہ ہو گا کہ کیڑوں کا علم افلاطون سے زیادہ ہے حالانکہ ان

کا شجاست کے احوال سے افلاطون کی بہ نسبت زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے۔ اور ہمارے ملک کے مبتدعین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریعت و ادنیٰ و اعلیٰ و اسفل علوم ثابت کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے۔ اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی کے ثبوت کا انکار کیا ذرا غور فرمائیے، ہر مسلمان کو شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس کی بنا پر لازم آئے گا ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ کی جسے ہدہد نے جانا، اور افلاطون و جالینوس واقف ہوں کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔

یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو "براہین قاطعہ" میں بیان کیا ہے جس نے کند ذہن بدعتیوں[1] کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مفتری گروہ کی گردنیں توڑ دیں سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حادث جزئی میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ (براہین قاطعہ ص۵۱ کی عبارت یوں ہے "شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے الخ" تو اس میں لفظ "یہ" اشارہ ہے مطلقاً وسعت کا دعویٰ نہیں کیا) ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود صرف یہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی محاسبہ سے ڈرتے نہیں اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہتیرے علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روزِ جزا

---

[1] مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی لکھتے ہیں۔ مراد وہی قابل قبول ہے جس پر قائل کے قول میں قرینہ ہو۔ (الکلمۃ العلیا ص ۱۸)

سے مخالف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ تعالیٰ ہمارے قول پر وکیل ہے، انتہیٰ۔

(المہند علی المفند ص۳۲ تا ۴۰ طبع قاسمی دیوبند)

اور براہین قاطعہ ص۷ میں لکھتے ہیں کہ کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا اھ۔

اس پوری تصریح کو بھی ملاحظہ کیجئے اور خان صاحب کے افتراء اور ظلم عظیم کو بھی دیکھئے جو یہ لکھتے ہیں کہ۔

اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی ...... کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے الخ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اس کے بعد بھی اگر خان صاحب اور ان کے اتباع مولانا سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی تکفیر پر مصر ہیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ دیگر علمائے دیوبند کی طرح ان کی تکفیر کسی مسئلہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کو بہر حال و بہر کیف کافر کہنا ہے اور بلا وجہ اور بلا دلیل کافر کہنا ہے اور خواہ کچھ بھی ہو جائے ان کو کافر ہی کہنا ہے گو ان کا کوئی عقیدہ قرآن و حدیث اور اہلسنت والجماعت کے عقائد سے سر مو بھی تجاوز نہ کرے مگر بہر صورت وہ کافر ہیں اس لئے کہ وہ کافر ہیں۔ اور کافر ہیں کیوں کہ وہ کافر ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ داد دیجئے اس فتوے بازی کی کہ کفر سازی کا کیا ہی بے خطا ہتھیار خان صاحب نے بریلی کی کفر ساز فیکٹری سے ایجاد کر دیا کہ کوئی خالص مسلمان کہیں بھی جائے، کچھ بھی کہے اور ایمان وعمل صالح اور اخلاق کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو مگر کیا مجال کہ بریلی کا یہ ایجاد کردہ کفر اس کا پیچھا چھوڑ دے۔

قارئین کرام! آپ اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر اس لئے نہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ سچ مچ کافر ہیں اور ان کے عقائد اہل اسلام اور اہلسنت والجماعت کے خلاف ہیں اور اس لئے نہیں کہ معاذ باللہ تعالیٰ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور سردار دو عالم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کی توہین کی ہے ۔ بلکہ اس لئے ان کی تکفیر کی گئی ہے کہ ان کے علم و تقویٰ اور سیاسی شعور اور مجاہدانہ کارناموں کا پورے ہندوستان میں اثر اور چرچا تھا ۔ اور ہندوستان سے وہ ظالم برطانیہ کے اثر و رسوخ کو بہر کیف ختم کر کے مسلمانوں کے لئے خالص اسلامی نظامِ حیات چاہتے تھے اور دن رات اس کے لئے کوشاں تھے اور جب تک ہندوستان کے مسلمانوں میں ان اکابر کو اچھی طرح بدنام نہ کیا جاتا ان کا ان پر سے اعتماد نہیں اٹھ سکتا تھا اور بات وہی ہوتی جو یہ حضرات کہتے ۔ اس لئے پیشہ ور پیروں اور خانہ ساز مفتیوں نے ان مظلوم اکابر کی ناروا تکفیر کا بیڑا اٹھایا ۔ اور ایسے بے بنیاد اتہامات اور افترا آت میں ان اکابر کو الجھا کر رکھ دیا کہ ان کو اپنی صفائی کے لئے اپنا قیمتی وقت اور خطیر و کثیر رقم بھی صرف کرنا پڑی اور تحریری کارروائی سے بڑھ کر میدان مناظرہ میں بھی بامر مجبوری کودنا پڑا اور ان کی خداداد قوت کا خاصہ حصہ ان کاموں میں ضائع کر دیا گیا ۔

حالانکہ ان کے کام بہت اہم اور ارادے بہت اونچے تھے کسی بھی باشعور مسلمان سے ان کے یہ زریں کارنامے اوجھل نہیں ہیں اور ان اکابر کی توجہ جن دوسری طرف لگا کر اہل ہند کو ان کی راہنمائی اور بے لوث خدمات سے محروم رکھنے کی بےجا سعی کی گئی جب کہ ان کی ۔ اس راہنمائی کے لئے لوگ ترستے تھے ۔ غالباً ایسے ہی حالات کے لئے علامہ اقبال مرحوم یہ کہہ گئے ہیں کہ ؎

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لئے
نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کیلئے

سنہ [illegible] میں لارڈ ہیلنگٹن ممبر پارلیمنٹ برطانیہ نے تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ سلطنت ہندوستان انگلستان کے زیر نگین ہے

تاکہ عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہئے ۔

(ماخوذ از مقامع الحدید ص)

ظالم برطانیہ نے اپنے اس ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اور معاذ اللہ تعالےٰ مذہب اسلام کو مٹانے کے لئے ہندوستان میں جو کچھ کیا وہ ہندوستان کی دو صد سالہ تاریخ جاننے والے کسی تاریخ دان سے مخفی نہیں ہے پہلے تو اہل حق نے اس جابر برطانیہ سے جہاد کیا جب اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے دیو بند، مرادآباد، سہارنپور اور اسی طرح دیگر متعدد مقامات میں دینی مدارس قائم کئے تاکہ اس طریقہ سے اسلام محفوظ رہے اور آنے والی نسلیں صحیح اسلام کو حاصل کرسکیں ۔

صد افسوس ہے کہ ایک طرف تو ظالم برطانیہ ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف یہ ناروا کھیل کھیلتا رہا اور ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا رہا اور ان کو عیسائی بنانے کے لئے بے حد ساعی تھا اور پورا ہندوستان قطعی طور پر دارالحرب بنا ہوا تھا ۔ اور دوسری طرف خان صاحب بریلوی نے اس وقت بھی ایک رسالہ لکھا جس کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" ہے اس رسالہ کے صلا میں لکھتے ہیں کہ ۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں الخ اور نیز یہ فتوےٰ دیا کہ ۔

ہندوستان بحمدللہ دارالاسلام ہے ۔ (احکام شریعت حصہ دوم صلا)

غور فرمائیں کہ ایک طرف تو جابر برطانیہ کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور اس کے شدید ترین مخالفوں کی بلا وجہ ذرہ ذرہ سی بات پر تکفیر کی گئی اور دوسری طرف اس وقت کے ہندوستان کو جس پر حکومت برطانیہ کا تسلط تھا اور وہ اسلام کے ایک ایک حلقہ کو توڑنے کے درپے تھا ۔

دارالاسلام ثابت کیا گیا ہر سمجھ دار آدمی اس سے بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس تکفیر کا اصل موجب، سبب اور علت کیا ہے ؟ اور کیوں بزور اور بجبر ان کو کافر بنایا گیا ؟ جب حالات یہ ہوں تو پھر اس تکفیر کی شرعاً وقعت کیا ہے ؟ اور اس کو تسلیم کون کرتا ہے ؟ اس کھلی بات کا کسی فہیم کے لئے سمجھنا چنداں دشوار نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی نہ سمجھنا چاہے اور اپنی ضد کو نہ چھوڑے تو بھلا اس جہان میں اس کا علاج بھی کیا ہے ؟ علمائے دیوبند سے تو خانصاحب کا بلا وجہ بیر ہے وہ ان کو تمام کفار سے بدترین کافر گر دانتے ہیں اور موقع و محل ہو یا نہ ہو ان کو جلی کٹی سنانے اور ان کو کافر بنانے سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ خانصاحب کی عبارت پہلے عرض کی گئی ہے جس میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے اور باایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا ضروریات دین سے کسی شئے کا انکار رکھتے ہیں، ان کی اس کلمہ گوئی و ادعاء اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث و اضر اور بدتر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کر دیا کہ یہ آگر پلٹے دیکھ کر اپنے واقف ہو کر اوندھے رہو گئے، اھ۔

(احکام شریعت حصہ اول ص۱۲۲ طبع برقی پریس مرادآباد)

سبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ خان صاحب سے پوچھئے کہ آپ ذرہ ہمت کر کے وہ خبیث عبارت تو بتائیں جس میں دیوبندیوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی توہین کی ہے ؟ یا قاعدہ اور انصاف کے لحاظ سے اس عبارت سے توہین نکلتی ہے ؟ یا ان کی مراد العیاذ باللہ تعالیٰ توہین کا پہلو ہے ؟ اور پھر ہمت کر کے ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا انکار ہی ان کی کسی عبارت سے ثابت کر دیں ؟ مگر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ خانصاحب ایسا کرنے سے قطعاً عاجز اور یقیناً قاصر ہیں، ہاں جھوٹی فرادی کر کے اور بلا وجہ دہائی دے کر عامۃ المسلمین کے اسلامی جذبہ سے کھیلنے کے بڑے مشاق اور

وسیع تجربہ کار ہیں ۔ اور فریاد مسلمانو فریاد ! کہ کہ ان کو خوب اکسا سکتے ہیں اور اپنے سوءِ فہم اور ٹیڑھے دماغ سے نکلے ہوئے معانی و مطالب کو بجبر دوسروں کے گلے مڑھنے کے عادی ہیں ۔ لیکن اگر کسی صفراوی مزاج شخص کے بخار میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اسے شہد اور کھانڈ کڑوی معلوم ہو یا کسی بھینگے شخص کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہوں تو اس میں شہد اور کھانڈ کا کیا قصور ہے ! اور اس چیز میں کیا خرابی ہے جس کو بھینگا بجائے ایک کے دو سمجھ رہا ہو ، علاج تو اپنے سوءِ مزاج اور نگاہ کی ساخت کا کرنا چاہیئے اور فریاد ، دہائی دے کر عوام کے اذہان کو پریشان نہیں کرنا چاہیئے ۔

دوسرا الزام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا علمائے دیوبند سے اردو سیکھنا ۔ بریلوی فرقہ میں یہ اعتراض بھی خاصا مشہور اور وزنی سمجھا جاتا ہے کہ دیوبندیوں کے مقتدر عالم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے اردو زبان علماءِ دیوبند سے سیکھی ہے اور آپ نے ان کی شاگردی کی ہے ۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

مناسب معلوم ہوتا ہے ہم ان کی بلفظہٖ اصل عبارت پیش کر دیں اس کے بعد پھر اسکی ضروری تشریح کر دیں ۔ مولوی عبد السمیع صاحب بریلوی نے اپنی کتاب الانوار الساطعہ میں مدرسہ دیوبند کے بعض علماء پر علمی سطح سے نیچے اتر کر بلاوجہ اور بے تحقیق تنقید کی تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ۔

واضح ہو کہ اس جواب پر دہلی کے تین صاحبوں کی مہر ہے ۔ الٰہی بخش ، حفیظ اللہ ، شریف حسین ، یہ صاحب دہلی میں غیر مقلد ہیں سب ان کو جانتے ہیں ان کا یہ جواب لکھنا کچھ تعجب نہ تھا لیکن اصحاب دیوبند بھی اس فتوے میں ان کے تابع ہو گئے ، مدرسہ دیوبند کے طلباء اور مدرسین کی پانچ مہریں چند دستخط ہیں اچھے ایسے مفتی کہ ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے ھٰذا مسئلہ جوابہ صحیحۃ حسن علی علی اللہ عنہ ، سبحان اللہ عبارت ان مفتی

صاحب کی دیکھنے کے قابل ہے اور فصاحت و بلاغت کے تذکروں میں لکھنے کے لائق ہے لفظ ہذا کی تذکیر و تعریف مسئلہ کی تانیث و تنکیر جواب کی تذکیر صیحہ کی تانیث۔ پھر مسئلہ مبنی سوال مبتدا اور جواب صحیح اس کی خبر سوال کی خبر جواب کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں الخ۔

(الانوار الساطعہ مع البراہین القاطعہ صلا)

اس کے رد میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ

اول حسن علی نام کا کوئی مدرس دیوبند میں نہیں ابتدائے بناء مدرسہ سے آج تک کی کیفیات موجود ہیں دیکھ لو۔ مؤلف کو اگر دیوبند کے مدرسہ پر طعن کرنا مقصود ہے تو ایسی طرح طعن کرنا کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہ ہو کس قدر شرم کی بات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ پھر خواہ مخواہ حسن علی کو دیوبند کا مدرس یا طالب علم قرار دے کر محض اپنی طرف سے یہ لکھنا کس قدر خلاف امر حق تعالیٰ کے ہے اور جو توہین مدرسہ کی غرض مؤلف کی ہے تو ایسے واہی مطاعن سے کچھ نہیں ہوتا اور مدرسہ کا جو کچھ علو ہے اگر کچھ خبر خداواد مؤلف کو ہے تو آوے دیکھے اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی بارگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا۔ یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں! فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آ گئی۔

سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہو گا شیطان مدوسین اس کی تخریب و توہین میں زیادہ سرگرم ہو گا۔ پس مؤلف حالانکہ مدرسہ دیوبند سے اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا، اور اس کی دنیا میں مدرسے خلل نہیں ڈالا البتہ اس کے بدعات کے ظلمات کا کاشف ہے لہذا مؤلف کو اس مدرسہ دیوبند سے عناد ہے گو اس مدرسہ کو اپنا دشمن جانتا ہے مگر جس کا حامی حق تعالیٰ ہو اس کا کوئی کیا کر سکتا ہے؟

الغرض حسن علی نام کا کوئی مدرس نہیں اور حسین حسن علی کے دستخط میں خواہ مخواہ اس پر
مطاعن لفظی کرنی بھی دور از دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس
فتوے میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں سو حسن ظن کرنا اور کاتب یا صاحب مطبع کی غلطی پر حمل
کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر حمل کرنا منظور اور اندیشہ آخرت
ہوتا اور چونکہ تخطیہ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں تخطیہ لفظی سے تسلی کر لیتا ہے۔ خیر
یہ تو سہل ہے لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھ کر اس میں غلطی
کاتب ملاحظہ کرے گا تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم
پر مواخذہ نہ کرنے لگے کیوں کہ مؤلف کی عادت تو یہ ٹھہری کہ اصل مصنف کو الزام لگاتا ہے
کاتب کی خطا پر تو حمل کرتا ہی نہیں استغفر اللہ استغفر اللہ۔ انتہی بلفظہٖ۔

(البراہین القاطعہ ص۲۶ و ص۲۷ طبع امدادیہ دیوبند)

ہم نے پوری عبارت اس لئے نقل کی ہے تاکہ سیاق و سباق کے ساتھ یکبارگی تمام
عبارت کو دیکھ لیا جائے۔ اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ بغور دیکھیں جن میں ایک خواب
کا ذکر ہے۔ خواب خود قابل تعبیر چیز ہوتی ہے کیوں کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور
ایک حقیقت جس کو تعبیر بھی کہتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں کبھی مناسبت ظاہری ہوتی ہے اور
کبھی خفی جس کو فن تعبیر کے ماہر ہی جانتے ہیں۔ پھر اس میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں کہ معاذ
اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند استاد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم ان کے
شاگرد ہیں۔ اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ اردو کی زبان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو علمائے مدرسہ دیوبند سے معاملہ ہوتے ہی آگئی ہے۔ نہ آپ نے ان سے پڑھی ہے اور نہ انہوں
نے آپ کو پڑھائی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک سے بڑھ کر
ذہین الانسان دنیا میں پیدا نہیں ہوا اور ایسی ذہین شخصیت کے لئے ایک جماعت سے سابقہ
پڑنے کے ساتھ اگر اس کی زبان اور بولی آجائے تو اس میں تعجب اور حیرت کی اور اعتراض کی کیا

بات ہے ، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مہاجرین حبشہ جب مدینہ طیبہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ حبشی زبان کے بعض بعض کلمات بولے مثلاً سنہ سنہ جو حسن کے معنی میں ہے (بخاری ج ۱ ص۴۳۲ و ج ۲ ص۸۸۴ و ابوداؤد ص۲۲۸) اور اہل حبشہ کی پوری زبان سے آپ پھر بھی واقف نہ تھے چنانچہ سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :

ان الحبشة كانوا يزفنون بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتكلمون بكلام لا يفهمه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يقولون؟ قال يقولون محمد عبد صالح (موارد الظمآن ص۴۹۸ و مسند احمد ج ۳ ص۱۵۲)

حبشی لوگ (تیر اندازی اور نیزوں سے مشق کرتے وقت) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھیلتے تھے اور ایسے کلام سے گفتگو کرتے تھے جس کو آپ نہیں سمجھتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہیں ؟ جواب ملا کہ یہ کہتے ہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نیک بندے ہیں ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم مکمل حبشی زبان نہ جانتے تھے جبھی تو پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی طرح دیگر زبانیں بھی آپ نہیں جانتے تھے اور نہ یہ آپ کے منصب میں داخل تھا کہ سب بولیاں اور زبانیں جانیں چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :

و اول کسیکہ قرآن براو نازل شد ، یعنی ذات مطہر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز معانی و لغات اقوام دیگر بلکہ مخارج حروف و لہجۂ کلام ہر فرقہ

اور سب سے پہلے وہ ذات کہ جس پر قرآن کریم نازل ہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدس وہ بھی ہرگز دوسری قوموں کے معانی اور لغات بلکہ مخارج حروف

نیز انس ــــــ مند ۔ | اور ہر فرقہ کے کلام کے لہجہ کو نہیں جانتی تھی

(فتاوی عزیزی ج ا صلا طبع مجتبائی دہلی)

اور اس سے قبل بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم عالم کے تمام اطراف اور سب شہروں، جزیروں اور پہاڑوں کی مخلوق کی اصلاح وہدایت کی خاطر مبعوث کئے گئے ہیں لیکن آپ کی اولین بعثت عرب کے انسانوں اور جنوں کے لئے تھی اور اہل عرب کی وساطت سے دوسرے لوگوں کے لئے یعنی فارس اور روم وغیرہ اور پھر ان کی وساطت سے سندھ وہند والوں کی اصلاح کے لئے اور اسی طریقہ پر کل جزائر اور پہاڑوں کی مخلوق کی طرف اس لئے قرآن کریم کے نازل کرنے میں اولاً عرب کی زبان لغت اسلوب کلام اور اعجاز کو ملحوظ رکھا گیا ہے (محصلہ ج ا صلا و صلا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط | اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ ان کو سمجھائے ۔

(پ ۱۳ سورت ابراہیم - ۱)

حضرت مولانا شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ اس کی مختصر مگر جامع اور معنی خیز تفسیر میں لکھتے ہیں کہ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے اس لئے اسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی تاکہ احکام الٰہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت دعوت میں گو تمام جن وانس شامل ہیں تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوع ہدایت کی یہی صورت مقدر تھی کہ آپ کے اولین مخاطب اور معتمد ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات وحقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کرلیں کہ ان کے ذریعہ

سے تمام اقوام عالم اور آنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جا سکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں بیحد شغف تھا قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھا گئے اس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلام الٰہی کی معرفت اور زبان عربی میں مہارت حاصل کرنے کا پیدا فرما دیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح و تبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گوئے سبقت لے گئے بلکہ گویا علوم دینیہ و ادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنے والے عجمیوں پر رہ گیا اس طرح خدا تعالےٰ کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات سے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے۔ فالحمد للہ تعالےٰ علیٰ ذالک۔ بہرحال خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خاص قوم عرب سے اٹھائے جانے کی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں اور یقیناً ہیں، تو ان ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی؟ (ملفوظات ص۳۳ طبع کراچی)

قارئین کرام! اس خواب کی نہایت واضح اور روشن تعبیر صرف اس قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم نے ان مرد صالح کو خواب میں یہ بتایا کہ:

میرا کلام یعنی میری احادیث اس وقت سے اردو زبان میں شائع و ذائع ہوئیں جب سے کہ دارالعلوم دیوبند قائم ہوا، اور اس مدرسہ کے علماء نے اپنی تقریر و تحریر اور تدریس سے اردو میں اس خدمت کو انجام دینا شروع کیا۔

اس سے قبل اول تو اس درجہ علوم اسلامیہ کا شیوع نہ تھا اور سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں جو کچھ بھی ان علوم کی اشاعت ہوئی وہ بیشتر فارسی زبان میں تھی اس وقت اسلامی کتابیں ان کے شروح اور حواشی فارسی زبان میں تھے جب سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا ہے تمام علوم اسلامیہ کی تقریری، تحریری اور تدریسی خدمت اردو زبان میں ہو رہی ہے اور اطراف

عالم سے شائقین علوم دینیہ اپنی آتش شوق اس گہوارۂ علم میں آکر آب شیریں سے بجھاتے ہیں۔ مگر بریلوی حضرات کا یہی قانون اور قاعدہ ہے کہ ہر خواب کو اس کے ظاہری پہلو پر ہی رکھ کر اس پر حکم کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو وہ اپنے فاضل بریلوی کے اس خواب کو بھی ٹھنڈے دل سے پڑھ لیں اور پھر فتوے صادر کریں۔ خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ۔

اُن (یعنی خانصاحب بریلوی کے) ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؟ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ الخ وہی برکات احمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تھیں کہ محبت پیر و مرشد کے سبب انہیں حاصل ہوئیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ۔

(ملفوظات حصہ دوم ۳۳ طبع یونائیٹیڈ انڈیا پریس لکھنؤ)

البراہین القاطعہ میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے وہ سب خواب ہی خواب تھا اور یہاں تو زیارت خواب میں ہوئی ہے باقی جنازہ کی نماز کی امامت خانصاحب نے تو عالم بیداری میں کی ہے اور اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم کو اپنا مقتدی بنا کر اور یہ بتائے بغیر کہ آپ پہلی صف میں کھڑے تھے یا مقتدیوں کے پیچھے کہیں دوسری اور تیسری صف وغیرہ میں (معاذ اللہ تعالےٰ) کس قدر نازاں و فرحاں ہیں کہ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ اگر اس خواب کو اپنے ظاہر پر ہی حمل کیا جائے تو کیا یہ گستاخی نہیں ہے؟ کہ خان صاحب تو امام بنیں اور فخر عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وبارک وسلم ان کے مقتدی بنیں؟ اور خان صاحب کو اس پر بے حد فخر و ناز ہو کیا ان کے اس قاعدہ کے مطابق (العیاذ باللہ تعالےٰ) اس سے یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ خان صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ

وبارک وسلم کو اپنا مقتدی بنا رہے ہیں ، شاید اس موقع پر خان صاحب مرحوم وجد میں آکر یہ بھی پڑھتے رہے ہوں ۔ ؎

یہ فخر کم ہے کچھ اس جان ناتواں کے لیے
تیری نظر نے چنا مجھ کو امتحاں کے لیے

جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وبارک وسلم کو معاذ اللہ تعالٰے کسی کا شاگرد بنانا گستاخی ہے اسی طرح آپ کی حاضری اور موجودگی میں آپ کے اذن اور اجازت ورضا کے بغیر خود امام بننا اور آپ کو مقتدی بنانا بھی کھلی گستاخی ہے ۔ مگر چونکہ یہ خانصاحب کا معاملہ ہے اس لئے اس کو کچھ بھی برا نہیں محسوس کیا جاتا ، ہاں جب کسی دیوبندی کی بات ہو تو خان صاحب اور ان کی ذریت انتہائی طیش اور غصہ میں آکر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں ۔

مولوی محمد عمر صاحب کی نرالی گپ | مولوی محمد عمر صاحب البراہین القاطعہ کی ناکمل اور ادھوری عبارت نقل کرکے اس کے بعد قرآن کریم کی تین آیتیں ۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۔ اور وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۔ اور تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ لکھ کر اور ان کا ترجمہ کرکے آگے لکھتے ہیں کہ ۔

جب آپ کو تمام جہانوں کا نذیر اور رسول بنا کر بھیجا تو قانون خداوندی مذکورہ بالا (خدا معلوم لفظ مذکورہ میں حرف ہ کتابت کی غلطی ہے یا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک قانون خداوندی مؤنث ہے ۔ صفدر) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالمین کی زبانیں سکھا کر بھیجا ۔ دیوبندی کہیں کہ اردو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے علمائے دیوبند سے حاصل ہوا تو یہ قرآن کریم کے صراحتہً خلاف ہے اور اپنے استاد بننے کے فخر میں قرآن مجید کا انکار ہے اور رسول اللہ کی بجائے رسول دیوبند قرار دیتے ہیں اللہ تعالٰی تو اپنے رسولوں کے علم کو اپنی طرف

منسوب فرمادیں اور یہ علماء کے دیوبند کی طرف۔ یہ ہے فرقہ دیوبندیہ کا ایمان جو معلم کر کو اور تمام جہانوں کے حکیم ساز کو اپنا شاگرد تصور کرتے ہیں تو اکابرین دیوبند کا خدائی دعوٰے ظاہر ہو گیا انتہی بلفظہ۔ (مقیاس حنفیت صلٰہ)

الجواب! مولوی محمد عمر صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ ان کے خبث باطن کا داغدار آئینہ اور تعصب کا سیاہ نمونہ ہے ورنہ اکابرین دیوبند نے نہ تو خدائی کا دعوٰے کیا ہے اور نہ قرآن کریم کا انکار کیا ہے اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کو اپنا شاگرد بنایا ہے (معاذ اللہ تعالٰے) اور ان کا یہ دعوٰی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام عالمین کی زبانیں سکھا کر بھیجا بالکل بے دلیل ہے اس کا شرعًا کوئی ثبوت نہیں ابھی ہم نے علاوہ احادیث کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا حوالہ عرض کیا ہے کہ آپ سب زبانیں نہیں جانتے تھے۔ باقی جو تین آیتیں انہوں نے پیش کی ہیں ان میں سے پہلی تو ان کے دعوٰی کے بالکل برعکس اور خلاف ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نبی صرف اپنی قوم کی زبان جانتے ہیں باقی زبانیں جاننا تو ان کے منصب میں داخل ہے اور نہ وہ اس کے مکلف ہوتے ہیں۔ اور دوسری اور تیسری آیت بھی مولوی محمد عمر صاحب کے دعوٰی سے غیر متعلق ہیں اس لئے کہ ان آیات سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وبارک وسلم کی نبوت اور رسالت تمام کائنات کے لئے ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور نہ کوئی مسلمان اس میں شک کر سکتا ہے رہا یہ دعوٰے کہ تمام قوموں کی زبانیں آپ کو سکھائی گئی ہیں یہ نرا دعوٰی ہی دعوٰی ہے جس کا کوئی عقلی و نقلی ثبوت نہیں اور نہ ان آیتوں سے اس کا ثبوت ہے آپ اولین طور پر براہِ راست اہل عرب کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین کو بہترین طریقہ سے علوم دینیہ پڑھائے اور ان کی وساطت سے اور پھر تابعین و تبع تابعین کے ذریعہ دین اسلام تمام عالم میں پھیل کر رہا اور عجمی لوگوں نے قانون خداوندی کو حاصل کرنے کے لئے عربی زبان کو سیکھا

اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے یہ بات بیان ہو چکی ہے اور عرف عام میں بھی قاعدہ یہی ہے کہ لوگ اس بات کے پابند اور مکلف ہوتے ہیں کہ وہ سرکاری زبان سیکھیں نہ یہ کہ سرکار اور حکومت اس بات کی مکلف ہے کہ وہ ہر ہر بولی والے کو اس کی بولی میں تار بھیجے، اور سرکاری قانون سمجھائے۔ جب عربی سرکاری زبان ٹھہری کیونکہ قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ اسلامی وغیرہ علوم عربی میں ہیں، تو تمام عجمی اور غیر عربی لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس زبان کو سیکھیں اور اس میں مہارت پیدا کریں تاکہ ان کو دین اسلام سمجھ آسکے۔

یہ یاد رہے کہ علوم نبوت و رسالت میں تمام حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تعلق بذریعۂ وحی صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے ان علوم میں وہ مخلوق میں سے کسی کے شاگرد نہیں ہوتے اور اس اعتبار سے سب اُمّی ہوتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ لقب کے طور پر صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم امی ہیں، چنانچہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نور کا منبر ہوگا اور میرا منبر سب سے لمبا اور سب سے زیادہ منور ہوگا (ہم ان منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے کہ اتنے میں)

فیجیئ مناد ینادی این النبی الامی؟ قال فیقول الانبیاء کلنا نبی امی فالی اینا ارسل؟ فیرجع الثانیۃ این النبی الامی العربی؟ الحدیث

(مواردالظمآن صفحہ ۔۔۔)

آواز دینے والا ایک منادی آواز دے گا نبی امی کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ ہم سب کے سب امی نبی ہیں سو ہم میں سے کس کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ اس پر وہ منادی دوبارہ لوٹے گا اور کہے گا کہاں ہیں وہ نبی امی جو عربی ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام امی تھے مخلوق میں سے کسی کے سامنے علم نبوت و رسالت میں انہوں نے زانوئے تلمذ طے نہیں کئے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح یہ جھوٹے نبیوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ ماسٹروں سے پڑھ کر بلکہ فیل ہوکر بھی وہ نبوت کا دعوٰے کرتے ہیں۔

رہے وہ علوم جن پر علم نبوت و رسالت کا مدار نہیں تو ان میں کسی نبی کا انسانوں میں سے کسی سے کچھ سیکھنا محل انکار نہیں آخر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض تکوینیات کا علم سیدنا حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا تھا جیسا کہ قرآن کریم اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی کی زبان قبیلہ جرہم سے سیکھی تھی چنانچہ بخاری کی طویل حدیث میں آتا ہے کہ جب قبیلہ جرہم نے زمزم کے چشمہ کے قریب خانہ کعبہ کی جگہ کے متصل باذن سیدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ڈیرا ڈالا تو اس روایت میں اس کا بھی ذکر ہے کہ ۔

وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ الحدیث

(بخاری ج ۱ ص ۴۷۵)

اور لڑکا (یعنی سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام) جوان ہوگیا اور اس نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھ لی۔

قطعیت کے ساتھ یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی کیا زبان اور بولی تھی ؟ لیکن اس صحیح روایت سے اتنا بصراحت معلوم ہوا کہ انہوں نے عربی زبان قبیلہ بنو جرہم سے سیکھی تھی۔

باب پنجم!

حضرت مولانا تھانویؒ

ضلع مظفر نگر تحصیل کیرانہ میں، مظفر نگر سے ۱۸ میل شمال مغرب میں پختہ سڑک پر راجہ بھیم کے نام سے ایک قصبہ آباد ہے جس کا نام تھانہ بھیم تھا جو بعد کو تھانہ بھون کے نام سے مشہور ہوا مسلمانوں نے اس کا نام محمد پور رکھا تھا مگر مشہور نہ ہو سکا اور جہاد ۱۸۵۷ء میں یہ قصبہ مجاہدین کا مرکز رہا مجاہدین نے اپنی بساط کے مطابق خوب جہاد کیا اور تحصیل[عہ] کیرانہ پر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی علیہ الرحمۃ المتوفی [illegible]ھ کی قیادت میں مجاہدین نے قبضہ کیا اور دیگر مجاہدین نے شاملی پر قبضہ کر لیا۔ قاضی عنایت علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مجاہدین کی مالی امداد کرتے رہے اور ان کے بھائی قاضی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ظالم انگریز نے پھانسی دے دی یہ قصبہ اور اس کے ملحقہ قصبات بڑے مردم خیز اور تعلیم دین کے بڑے ادارے تھے اس قصبہ تھانہ بھون میں ۵ جمادی الثانیہ ۱۲۸۰ھ بدھ کے دن بوقت صبح صادق حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام منشی عبدالحق صاحب تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور کئی پشتوں پر یہ سلسلۂ نسب سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اور ننہال کی طرف سے آپ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتے ہیں آپ کی پیدائش کا مادہ تاریخ کرم عظیم ہے آپ

عہ جہاد شاملی کے موقع پر شاملی ہی تحصیل تھی کیرانہ بعد کو تحصیل بنی۔

کے نانا میر نجابت علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو اپنی جگہ کے فارسی دان اور حاضر جواب بزرگ تھے حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی ولادت کے چودہ ماہ بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اکبر علی رکھا گیا جنہوں نے انگریزی تعلیم میں بڑی دسترس حاصل کی۔ پانچ سال کی عمر میں، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا اور پھر والد مرحوم ہی بڑی شفقت کے ساتھ مادری شفقت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں یہیں پڑھیں اور قرآن کریم، جناب حافظ حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا پھر تھانہ بھون آکر حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں اور فارسی کی انتہائی کتابیں پڑھیں اس کے بعد آخر ذوالقعدہ ۱۲۹۵ھ میں دار العلوم دیوبند پہنچ کر بقیہ نصاب کی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما جید اساتذہ کرام سے تکمیل کی۔ صفر ۱۳۰۱ھ میں کانپور میں مدرسہ فیض عام میں ۲۵ روپے ماہانہ پر مدرس ہوئے اور اونچے درجہ کی کتابیں آپ نے عمدہ طریقہ سے پڑھائیں سب نے آپ کا سکہ مان لیا آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے تھانہ بھون مستقل سکونت اختیار کرلی اور پھر مدت العمر تھانہ بھون ہی میں ظاہری اور باطنی علوم کی نشر و اشاعت کرتے رہے اور کئی سو کتابیں تصانیف فرماکر حکیم الامت کا خطاب پایا، یہ لقب سب سے پہلے مولانا مرزا محمد بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالک محبوب المطابع دہلی نے تجویز کیا جس طرح حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ نے حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجدد الف ثانی کا لقب دیا تھا اور پھر ساری دنیا کی زبان پر یہ لقب جاری ہوگیا جو ان کے اصلاحی کارناموں پر دلالت کرتا ہے، اور خلق خدا کی علمی اور روحانی پیاس بجھائی اور بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کی ہے۔ پہلا حج حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے اپنے والد مکرم علیہ الرحمۃ کی معیت

میں ۱۳۱۰ھ میں کیا، اس کے بعد والد محترم کی وفات کے بعد ۱۳۱۰ھ میں دوسرا حج کیا۔ اور چھ ماہ اپنے مرشد کامل حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں رہ کر شایانِ شان استفادہ کیا، اور ۱۳۱۱ھ میں پھر واپس کانپور مدرسہ جامع العلوم تشریف لائے اور پھر صفر ۱۳۱۵ھ میں تھانہ بھون تشریف لے گئے اور خلق خدا کی دینی تربیت اور تصنیف کتب میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کتابوں کو وہ مقبولیت دی جو اس زمانہ میں کسی اور کو حاصل نہ ہوئی۔

چنانچہ ایک بزرگ جناب شریف احمد صاحب ستر گنج پوری تحصیل ضلع کرنال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک خواب دیکھا جس میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی زیارت کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس کو قریب آنے دو یہ اشرف علی صاحب کا خادم ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم حضرت شریف احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اشرف علی صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سے مت رکنا۔

(مختصر مقدمہ بوادر النوادر ص ۲)

آپ نے دو شادیاں کیں مگر اولاد کوئی نہیں ہوئی، گو جسمانی اولاد تو حاصل نہیں ہوئی مگر روحانی اولاد اس کثرت سے ہے کہ احصار شمار سے باہر ہے۔ جب والد محترم نے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو عربی تعلیم میں اور دوسرے بھائی اکبر علی صاحب علیہ الرحمۃ کو انگریزی میں لگایا کیوں کہ والد محترم دونوں کی استعداد کو تاڑ گئے تھے کہ ان کا مزاج اور طبیعت کا فطری رخ یہی ہے تو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی محترمہ چچی صاحبہ علیہا الرحمۃ نے ان کے والد سے کہا کہ ایک کو تو انگریزی پر لگا دیا یہ تو کما کھانے لگا، لیکن دوسرے کو عربی میں لگا دیا ہے یہ بھلا کیا کما کھانے لگا۔ لیکن ان کو بھلا کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ

سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کس طرح حلال روزی سے نوازا اور حیات طیبہ عطا فرمائی۔ بالآخر منگل کی رات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء آپ بیاسی سال تین ماہ اور گیارہ دن کی عمر پاکر دنیا سے رخصت ہو گئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا اور مسلسل دیکھا کہ وفات سے قبل آپ کی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے درمیان سے ہتھیلی کی پشت سے ایک تیز روشنی نکلتی تھی جس کے سامنے برقی قمقمے ماند پڑ جاتے تھے یہ ان کی تحریری خدمت کا صلہ ہے جس سے رہتی دنیا تک لوگ استفادہ کرتے رہیں گے۔

ہندوستان کے نامور اور مشہور علمائے کرام میں سے جو اپنے دور میں علوم شریعت وطریقت میں اپنی نظیر آپ تھے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے جن کی ساری زندگی مذہب اسلام کی نشر و اشاعت اور مخلوق خدا کی اصلاح اور بہتری میں گزری اور جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر سے لے کر ایک معمولی مسئلہ تک جو چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے لکھے ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار سے اوپر ہے اور ایک اندازہ کے مطابق تیرہ سو سے متجاوز ہے، اور پاک و ہند میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جید علمائے کرامؒ ان سے روحانی فیض حاصل کر کے ان کے خلفاء کے زمرہ میں شامل ہوئے اور اپنے اپنے حلقہ میں عوام کی روحانی پیاس کو بجھاتے رہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ بے شمار حضرات موجود ہیں جو شمع رشد و ہدایت کو باد مخالف میں بھی فروزاں کئے ہوئے ہیں لیکن خان صاحب کے کفر کی کند چھری سے ان کا گلا بھی نہیں بچا گو کٹا نہیں مگر یہ ظالم چھری ان کے گلے پر رگڑی ضرور گئی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے خان صاحب کی عبارت بعینہٖ حروف نقل کریں اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنی عبارات پیش کریں تاکہ آفتاب نیمروز کی طرح حقیقت بے نقاب ہو جائے۔

پہلا اعتراض | خان صاحب لکھتے ہیں کہ۔

اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا رسالہ کی تصغیر ہے مقدار تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

" آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، الیٰ قولہ و درمیان کی عبارت خان صاحب ہضم کر گئے ہیں، ہاں علمی گرفت سے بچنے کے لئے الیٰ قولہ لکھ دیا ہے کیوں کہ اس درمیانی عبارت میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے مختصر سی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل ہے کے بعد عبارت یوں ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم الغیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ حفظ الایمان ص۹ طبع امدادیہ دیوبند ہ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ اھ (میں (احمد رضا خان) کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور چنیں و چناں میں اھ۔

(حسام الحرمین ص۱۹)

الحاصل! خان صاحب اور ان کے اتباع نے اپنی افتاد طبع اور سوء مزاج سے مجبور
ہو کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت ایسا علم غیب الخ کے فقرہ میں لفظ ایسا
کو محض سینہ زوری سے برابر یا تشبیہ کے معنی میں لے کر قائل کی اپنی مراد کے خلاف اس کا
مطلب لیا اور پھر ان پر کفر کی بمباری شروع کر دی حالانکہ اردو زبان میں لفظ ایسا کے متعدد
معانی آتے ہیں، چنانچہ امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب امیر اللغات میں لفظ ایسا کی تحقیق
کرتے ہوئے لکھتے ہیں

(۱) اس قسم کا، اس شکل کا فقرہ ایسا تھا ان میں ہر ایک سے بنا دشوار ہے۔ آتش ؎

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا ۔۔۔ بو رکھتا ہے گل ایسی نہ لذت ثمر ایسی

(۲) اس قدر، اتنا فقرہ ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا۔ برق ؎

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف ۔۔۔ زنار پر گماں ہے موج سراب کا

(امیر اللغات جلد دوم ص۲۸) لفظ ایسا سے اس قسم کا یا اس قدر یا اتنا کوئی معنی مراد لیں اس
کے پیش نظر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ عبارت بالکل بے غبار اور بے داغ ہے اور
انہوں نے معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ہرگز کوئی توہین نہیں
کی اور نہ ان کے وہم میں بھی اس کا خیال گزرا ہے۔ مگر خان صاحب بلا وجہ ان کو کافر بنانے
پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

مولانا مرحوم کی مراد یہ ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وبارک وسلم کی ذات گرامی کی کیا تخصیص ہے ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم غیب کہ جس کے
اعتبار سے تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو اور اطلاق لفظ عالم
الغیب کے لئے جتنے اور جس قدر کی ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو یہ زید و عمر
بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے تو چاہئے کہ سب کو معاذ اللہ
تعالیٰ عالم الغیب کہا جائے کیونکہ ان قائلین کے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کیلئے

محض اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی دکسی بات کا علم ہو اور ان چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے اور ذہن میں کم از کم ذات باری تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات سے ہے

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی معاذ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں کہ جیسا علم غیب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو حاصل ہے ویسا ہی ان چیزوں کو حاصل ہے اور یہ کہ العیاذ باللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے مساوی اور برابر علم ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو حاصل ہے جیسا کہ خان صاحب لکھتے کہ یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چنیں وچناں میں اھ

خان صاحب کا پہلے تو یہ فریضہ تھا کہ تکفیر جیسے سنگین قدم اٹھانے سے پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی مراد دریافت کر لیتے اگر ان کی مراد سے توہین کا ادنیٰ سا احتمال بھی نکلتا تو بلا اشتباہ ان کی تکفیر کرتے بلکہ یوں کہتے کہ تھانوی ڈبل کافر ہے۔ اور دوسرے درجہ پر ان کا یہ فریضہ تھا کہ جب حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے اپنی مراد بیان کر دی اور اس توجیہ اور مطلب ومراد کو کفر کہا جس کو لے کر خان صاحب ان کی بلا وجہ تکفیر کر رہے ہیں تو خان صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اپنے اس ظالمانہ فتوے سے رجوع کرتے اور اخبارات واشتہارات میں اسے شائع کرتے کہ میں نے تھانوی صاحب کی عبارت سے جو مراد لی تھی تھانوی صاحب خود بھی اسے کفر کہہ رہے ہیں اس لئے میں اپنے فتوے سے رجوع کرتا ہوں اور تھانوی صاحب اور ان کے معتقدین سے معافی کا خواستگار ہوں جن کو میرے اس غلط فتوے سے تکلیف پہنچی ہے۔ مگر خان صاحب کا تو مشن ہی ان کو کافر بنانے کا تھا وہ، بھلا کس طرح اور کیوں اپنے اس ناروا فتوے سے رجوع کرتے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی جس متنازعہ فیہا عبارت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی معاذ اللہ تعالیٰ توہین کا جو پہلو خان صاحب کے نزدیک نکلتا ہے وہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی مراد بھی ہرگز نہیں اور وہ ان کے نزدیک خالص کفر ہے اور وہ پہلو خان صاحب کے نزدیک بھی

کفر ہے لیکن بایں ہمہ وہ اس پر مصر ہیں کہ تھانوی صاحب کافر ہیں کیوں کہ معاذ اللہ تعالیٰ
وہ توہین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے مرتکب ہوئے ہیں ہر عقلمند آدمی اس
سے بخوبی یہ اخذ کر سکتا ہے کہ خانصاحب حضرت تھانوی کو کافر کہنے پر بہر کیف تلے ہوئے ہیں
حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن
صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) نے ایک خط لکھا جس کا بعینہٖ مضمون یہ ہے

باسمہٖ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضہم
العالیہ۔ بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی یہ بیان کرتے ہیں
اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ۔ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی
کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر
پاگل کو بلکہ ہر جانور اور چار پائے کو حاصل ہے اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں:

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی اور کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟
(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟
(۳) یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟
(۴) اگر آپ نے ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے نہ آپ کی مراد
ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر

بینوا توجروا۔ ؟ — بندہ مرتضیٰ حسن عفی عنہ

اس کا جواب جو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے دیا وہ بلفظہٖ درج ذیل ہے۔

الجواب! مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا
ہوں میں نے یہ خبیث مضمون (یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا
تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (وہم) نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے؟

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (یعنی غیب کی باتوں کا علم الخ) یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے گو وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔ اول میں نے دعوے یہ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ" مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا محض اس بنا پر کہ علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو تو اس سے اگر کل غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً و عقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو، اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے تو لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ درجہ ہی کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہٗ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے پس اگر زید ہر مخفی ادنیٰ چیز کے علم حاصل ہونے کو بھی علم الغیب کے اطلاق؛

صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے تو زید کو چاہیئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیونکہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے یہ مطلب واضح ہو رہا ہے الخ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ طویل جواب بسط البنان کے نام سے ماہ شعبان ۱۳۲۹ھ کو شائع ہوا جو حفظ الایمان کے ساتھ ہی ملحق ہے اور اس جواب کے شائع ہونے کے بعد تقریباً گیارہ سال خان صاحب زندہ رہے ہیں کیونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی ہے، لیکن باوجود حضرت تھانوی صاحب کی اس وضاحت اور تصریح کے خان صاحب اپنی کفری ضد سے باز نہ آئے حالانکہ شرعاً اور اخلاقاً ان کا فریضہ تھا کہ اپنے اس ناروا فتوے سے رجوع کر لیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ ان کا تو مشن ہی یہ تھا کہ دیگر اکابر علمائے دیوبند سمیت حضرت تھانوی کو بہر قیمت کافر بنانا ہے۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی اصل عبارت بھی بالکل صاف تھی مگر ان کی توضیحی اور تشریحی عبارت نے تو سونے پر سہاگہ کا کام دے دیا البتہ یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت تھانوی نے جس انداز اور جس عبارت سے، اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے اھ، اس مطلب کو بیان کیا ہے کیا اس کی نظیر علمائے سابقین سے بھی ملتی ہے یا یہ انداز بیان اور طرز ادا حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی اپنی اختراع ہے؟ علمی اور تحقیقی طور پر اس کا مطالبہ حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین سے کیا جا سکتا ہے اور ہر صاحب فہم کو اس کا حق حاصل ہے سو اس کا ثبوت خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باحوالہ بیان فرما دیا ہے۔

فلاسفہ نے اپنے خیال کے مطابق نبی کے لئے تین خصوصیات بیان کی ہیں۔

ایک علم یہ کہ نبی کے لئے کسب و تعلیم کے بغیر اپنی باطنی صفائی کے ذریعہ ماضی حال اور استقبال

کے مغیبات پر اطلاع ضروری ہے چنانچہ ان کا دعوے بایں الفاظ منقول ہے

احدها ای احد الامور المختصة به ان یکون له اطلاع على المغیبات الکائنة والماضیة والآتیة الخ.

یعنی نبی کے ساتھ جو امور مختص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو حال اور گزشتہ اور آنے والے مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے۔

(مواقف مع شرح ص۳۲۲ طبع نولکشور لکھنؤ)

ان کے اس باطل نظریہ اور فاسد عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے ترجمان اہلسنت والجماعت رئیس المتکلمین قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد الایجی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۵۶ھ) اپنی مشہور (علم کلام کی) کتاب مواقف میں اور اس کے شارح امام اہل عربیت و سند علماء کلام امیر المحققین سید شریف علی بن محمد الجرجانی الحنفی (المتوفی ۸۱۶ھ) شرح مواقف میں، یوں لکھتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتم مردود بوجوه اذ الاطلاع على جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقاً منا ومنکم ولهذا قال سید الانبیاء وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ والبعض ای الاطلاع على البعض لا یختص به ای بالنبی کما اقررتم به حیث جوزتم للمرتاضین والمرضى والنائمین فلا یتمیز

ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے بیان کیا وہ کئی وجوہ سے مردود ہے کیونکہ تمام مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے لئے واجب نہیں اس پر ہمارا اور تمہارا اتفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ سردار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں خیر زیادہ حاصل کرتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہونا نبی کیساتھ مختص نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارا اقرار ہے جب کہ خود تم نے بعض مغیبات پر مطلع ہونا

ب النبی عن غیرہ اہ
، مواقف مع الشرح طبع نولکشور
ص ۶۳۲ و ص ۶۳۳ وطبع مصر ج ۸ ص ۲۶۱ ،

ریاضت کرنے والوں، بیماروں، اور سونے
والوں کے لئے جائز قرار دیا ہے سو اس وجہ
سے نبی غیر سے ممتاز نہیں ہو سکتا ۔

بعض زائغین نے اس ٹھوس اور معنی خیز عبارت سے ...... یوں ناکام گلو خلاصی کی کوشش کی کہ یہ قاضی عضدؒ اور علامہ سید شریفؒ کا عقیدہ نہیں بلکہ وہ فلاسفہ کو الزاماً ایسا فرما رہے ہیں اور اس کا قرینہ اقررتم اور جوزتموہ کے الفاظ ہیں مگر یہ سب کچھ باطل اور مردود ہے ۔

اولاً ۔ اس لئے کہ قلنا ما ذکرتمو مردود الخ سے یہ دونوں بزرگ جو جواب فرما رہے ہیں اس میں فلاسفہ کی واقعتہً تردید ہے اور اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ علامہ سید شریفؒ قرآن کریم کی آیت بھی بطور استدلال پیش کرتے ہیں حالانکہ فلاسفہ کو قرآن کریم سے کیا واسطہ ؟ یہ اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ اس عبارت میں یہ بزرگ اپنا اسلامی عقیدہ بیان فرما رہے ہیں نہ یہ کہ نرا الزام مقصود ہے ۔

وثانیاً ۔ اگر یہ محض الزام ہے تو اس صورت میں فلاسفہ کا مدعیٰ ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریر بے کار ہو جائے گی جیسا کہ کسی بھی صاحب فہم پر یہ مخفی نہیں ہے ۔

وثالثاً ۔ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بعض مغیبات پر مطلع ہونا ایک بدیہی بات ہے اس کا انکار قاضی عضدؒ اور علامہ سید شریفؒ تو کجا کوئی بھی عقلمند نہیں کر سکتا پھر اس سے یہ تاثر دینا کہ یہ دونوں بزرگ اس کے منکر ہیں یا یہ جو کچھ انہوں نے کہا وہ محض الزاماً کہا ہے قطعاً باطل ہے اور اس کی کوئی وقعت نہیں ہے ۔ الغرض یہ جو کچھ انہوں نے فرمایا اہل اسلام اور اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کی اور اپنا عقیدہ بیان کیا ہے ۔

فلاسفہ کے اسی بے بنیاد نظریہ کا مفسر قرآن علامہ ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاویؒ

المتوفی ۷۴۹ھ ، نے ان الفاظ سے رد کیا ہے ۔

وقد اورد علی ھذا بانھم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع علی جمیع الغائبات فھو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا الاطلاع علی بعضھا فلا یکون ذالک خاصۃ للنبی اذ ما من احد الا یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقیۃ تعلم وتعلیم والیضاً النفوس البشریۃ کلھا متحدۃ بالنوع فلا یختلف حقیقتھا بالصفاء والکدورۃ فما جاز لبعض جاز ان یکون لبعض آخر فلا یکون الاطلاع خاصۃ للنبی ۔ انتہیٰ

(مطالع الانظار شرح طوالع الانوار ص ۲۰۸ طبع استنبول وص ۲۲۶ طبع مصر)

اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کے لئے تمام مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے تو یہ بالاتفاق نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے تو یہ نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کو بغیر کسی سابق تعلیم و تعلم کے بعض مغیبات پر اطلاع ہو جانی جائز نہ ہو علاوہ ازیں نفوس بشریہ نوع کے لحاظ سے سب متحد ہیں لہذا ان کی حقیقت صفائی اور کدورت (عدم صفائی) میں مختلف نہیں ہو سکتی سو جو بات بعض کے لئے ممکن ہے وہ سب کے لئے ممکن ہے پس اطلاع علی الغیب بھی نبی کا خاصہ نہ رہا ۔

اور حضرت امام محمد بن عمر فخر الدین الرازیؒ (المتوفی سنہ ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں ۔

یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف نبوتہ علیھا

جائز ہے کہ غیر نبی ، نبی پر ان علوم میں بڑھ جائے جن پر نبی کی نبوت موقوف نہ ہو ۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۱۸)

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم و مدلول کے اعتبار سے بالکل روشن ہیں آپ نے خود فرمایا

کہ جیسی تعبیر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے اختیار کی ہے ویسی ہی تعبیر ان اکابر علمائے کرام علیہم الرحمۃ نے بھی اختیار کی ہے ۔ اگر معاذ اللہ تعالیٰ یہ اکابر اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو ایسا ہی ایک کافر حضرت تھانوی کو تصور کرلیں ، اور اگر یہ سب بزرگ اس تعبیر کے اختیار کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہیں اور یقیناً کافر نہیں تو یہ ایک حقیقت اور مسلمہ بات ہے کہ حضرت تھانوی بھی شرعی لحاظ سے کافر نہیں ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ خان صاحب بریلوی ان کو مسلمان تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں اور ان کو کافر قرار دیئے بغیر ان کو چین نہ آئے ۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی اس تشریح و تصریح کے بعد مزید کچھ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں مگر اس پہلو کی تکمیل کے لئے ایک اور بات بھی عرض کرنا مناسب معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ کو حیدرآباد دکن کے چند مخلص دوستوں نے ایک مولوی صاحب کی وساطت سے ایک طویل خط حضرت تھانوی کو لکھا جس میں بسط البنان کی عبارتوں کا حوالہ بھی ہے اور جس میں ، یہ بھی لکھا ہے کہ ۔

غرض ان تصریحات و توضیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ تعالیٰ سوء ادب کا اصلاً ابہام رہا لیکن اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں لیکن سلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا قصداً شبہ ڈالنے والے موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعوٰی ہے یا دنیویہ ہوں جیسا کہ واقع ہے اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کردی جاوے جس میں مضمون محفوظ ہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجہ استحسان ہی میں ہوگی آئندہ جو رائے ہو ۔ فقط ۔

اس خط کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا ۔

جواب : جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا پر

نہیں ظاہر کی۔ اس لئے ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا اب سوال ہڑا میں جو بنا بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے لہٰذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے" تک اس طرح بدلتا ہوں اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جاوے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے اھ (ملخص)

یہ جواب ۱۰ ر صفر ۱۳۴۲ھ کو تغییر العنوان کے نام سے شائع ہوا اور یہ مکتوب بھی حفظ الایمان کے آخر میں ملحق ہے۔ خانصاحب بریلوی تو اس وقت موجود نہ تھے انہوں نے جہاں جانا تھا وہاں پہنچ چکے تھے لیکن حیف بر حیف ہے کہ خان صاحب کے غالی متوسلین اور معتقدین اس کے بعد بھی حضرت تھانوی کو کافر کہتے اور ان کے اسلام و کفر پر مناظرہ کرتے رہے اور بعض ابھی تک اس پر بضد اور مصر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کا اختلاف نہیں بلکہ حضرت تھانوی کی ذات ہی دیگر اکابر علمائے دیوبند کی طرح اس کفر ساز ٹولہ کو کانٹے کی طرح چبھتی ہے خواہ انہوں نے دین و مذہب کی جتنی بھی خدمت کی ہے بہر شکل معاذ اللہ تعالیٰ وہ ان کے نزدیک کافر ہیں اس لئے کہ ان کو کافر ہی کہنا اور کافر ہی بنانا ہے خواہ کچھ ہو جائے قارئین کرام داد دیجئے اس دیانت کی اور خان صاحب کی اس دہائی کی۔

" مسلمانو! مسلمانو! اے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی تجھے اپنے دین و ایمان کا واسطہ کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح گالی ہونے میں تجھے کچھ شبہ گزر سکتا؟ معاذ اللہ تعالیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں ان کی توہین نہ جانے اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انہیں بدگویوں سے پوچھ دیکھ کہ آیا تمہیں اور تمہارے استادوں پیروں کو کہہ سکتے ہیں کہ اسے

فلاں مجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سؤر کو ہے تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا کتے کو ہے ،
تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے ۔ انتہیٰ (حسام الحرمین ص ۱۱۳)

ملاحظہ فرمایئے کہ خانصاحب کس طرح بندر، توہین کا پہلو اور معنی کشید کرتے ہیں ۔
حالانکہ نہ قائل کی مراد یہ ہے اور نہ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ معنی ہیں اور پھر خانصاحب
ہیں جو دہائی دیتے جا رہے ہیں " مسلمان مسلمان " گویا مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے بلا
وجہ کھیل رہے ہیں اور جب مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کی باری آتی ہے تو وہ شرم و حیا کو
بالائے طاق رکھ کر اور خوف خدا کو دل سے نکال کر نہ تو مؤلف حفظ الایمان کی اپنی بیان کردہ
مراد کو پڑھنے ، دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ بسط البنان اور تغییر العنوان
کی عبارات کو دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں بلکہ بلا سبب جوش اور طیش میں آکر حفظ الایمان
کی تھوڑی سی عبارت نقل کر کے آگے لکھتے ہیں ۔

" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن مجید جو آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں یا رسول اللہ
یہ تمام غیبی خبریں ہیں اور مصنف حفظ الایمان نے یہ کہا ہے کہ ایسے علوم غیبیہ تو بھی پاگلوں
اور کتے بلے ، خنزیر کو بھی حاصل ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض علوم غیبیہ جن کو قرآن شریف
کہا جاتا ہے ہر فرد حیوان اور صبی اور مجنون پر بھی نازل ہیں تو میرے خیال میں مصنف مذکور کو
جو قرآن شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا
دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے تاکہ غلامانِ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملے اور نہ مصنف مذکور اس توہین مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب الیم میں گرفتار ہو ۔ ورنہ اس عقیدہ رکھنے والے کو تو توہین مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ایمان کا کچھ حصہ نصیب نہیں اور مصنف مذکور پر فتویٰ ہم نے ہی نہیں بلکہ
بعض دیوبندیوں نے بھی اس عبارت پر فتویٰ کفر ثابت کیا ہے ۔

(المہند ص ۳۳)

ہمارے نزدیک متعین ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے دیوبندیوں کے بعض اکابرین نے مصنف مذکور یعنی مولوی اشرف علی تھانوی پر بھی بہتیرے فتوے کفر کے جڑے لیکن حکیم صاحب اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ پر ہی ثابت قدم ہے۔ پنجابی مثل مشہور ہے۔ گورو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان چھڑپ۔ جس امت دیوبندیہ کے حکیم کا یہ حال ہے ان کے مریدوں کے کیا ہی کہنے ہیں؟ انتہی بلفظہ (مقیاس حنفیت ص ۲۱۱)

حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے اپنی حفظ الایمان کی عبارت کا جو معنی اور مطلب بیان کیا ہے وہ مفصل پہلے بیان ہو چکا ہے اس کو پھر ملاحظہ کر لیجئے اور مولوی محمد عمر صاحب کی کوڑھ مغزی، کم فہمی، اور تعصب کی داد دیجئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور حضرت تھانوی صاحب جیسے ولی کامل اور خدا رسیدہ بزرگ سے عداوت رکھ کر کیا کہا؟ اور یہاں تک کہنے سے نہیں چوکے کہ تھانوی صاحب کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے الخ

اہل لسان جانتے ہیں کہ کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن کے جملہ میں کے نازل شدہ کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے نے بھی کوئی قرآن شریف نازل کیا ہے اور مظلوم تھانویؒ کو اس پر ایمان لانا چاہیئے۔ اس میں پروردگار عالم، قرآن کریم سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام بلکہ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی جو توہین ہوتی ہے وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہو سکتی اور اگر لفظ کے کو پہلے معنی میں لے کر یہ مراد لی جائے جیسا کہ بظاہر مولوی محمد عمر صاحب کی یہی مراد معلوم ہوتی ہے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ کسی لڑکے، دیوانے، اور کتے پر بھی کوئی قرآن نازل ہوا ہے اور مظلوم تھانوی کا فریضہ ہے کہ وہ اس قرآن پر ایمان لائے تو اس مراد میں بھی رب العزت، روح الامین، قرآن پاک اور امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی کھلی توہین ہے

معاذ اللہ تعالےٰ آپ نے دیکھا کہ یہ بریلوی حضرات کس طرح اکابر علمائے دیوبند کی عبارات کے ان کی مراد اور مرضی کے سراسر خلاف اپنی طرف سے بزور معانی کشید کرتے اور مطالب لیتے ہیں اور پھر دیوبندیوں پر توہین کی گشتیں گن چلاتے رہیں ۔

مولوی محمد عمر صاحب نے حفظ الایمان کی ادھوری عبارت نقل کرنے اور اس پر اعتراض کرنے سے پہلے اس پر یہ عنوان اور سرخی قائم کی ہے ۔ دیوبندیوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا علم تو معاذ اللہ کتے بلے خنزیر کو بھی ہے ۔ (مقیاس حنفیت ص‌‌‌۲۱۱)

العیاذ باللہ تعالےٰ دیوبندیوں کے ساتھ عداوت نے بریلویوں کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ان کا نام لے کر معاذ اللہ تعالےٰ دیدہ دانستہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی توہین کرتے ہیں اور معاذ اللہ تعالےٰ کتے بلے اور خنزیر کے علم کے ساتھ مساوات قائم کر کے سانس لیتے ہیں اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی کمینگی ہو سکتی ہے ؟

یہ یاد رہے کہ نہ تو کسی دیوبندی عالم نے حضرت تھانوی کی تکفیر کی ہے اور نہ خاں صاحب اور ان کے ٹولے کے علاوہ کسی اور متدین عالم نے ایسا کیا ہے ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں صحیح حکیم الامت تھے اور بفضلہ تعالےٰ ہمیں فخر ہے کہ ہم ان کی حکمت بیانیہ اور دینی نسخوں سے استفادہ کر کے صحت یاب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے حضرات کے دامن سے ہمیں وابستہ کیا ہے ۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلہم ٭ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

المہند کے حوالہ سے عوام کو مولوی محمد عمر صاحب نے جو یہ مغالطہ دیا ہے کہ اس سے وہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی تکفیر کرتے ہیں یہ نرا دھوکہ ہے جس کا دیگر تحریفات ، بدعات اور زیادتیوں کی طرح ان شاء اللہ تعالیٰ مولوی صاحب ضرور خمیازہ اب بھگت رہے ہوں گے اور ان بڑی بڑی منہ مانگی رقموں کا بھی جن کو حاصل کر کے وہ شرک و بدعت پھیلاتے رہے اب خوب مزہ چکھ رہے ہوں گے ۔ المہند میں تو اپنا اور اپنے اکابر اور حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ

کا صحیح عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم ایسے عقیدہ والے کو جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی اور کا علمی تفوق تسلیم کرتا ہو قطعاً کافر سمجھتے ہیں پھر بھلا ہمارا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے المہند کو اول سے آخر تک پڑھ لیں اور انصاف کریں کہ کیا اس میں حضرت تھانوی کی تکفیر کی گئی ہے یا تکفیر سے ان کی برأت بیان کی گئی اور کیا اس کتاب میں ان کی تردید کی گئی ہے یا تصدیق اور تقریظ حاصل کی گئی ہے ؟ مگر ؎

یہ مُلّا کافروں کو دولت اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے

دوسرا اعتراض ایک خواب کی تعبیر اور مرید کی خطا کی وجہ سے انکی تکفیر

بریلوی جماعت کے بعض حضرات کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض بھی ہے اور اس کی وجہ سے ان کی معاذ اللہ تعالیٰ تکفیر بھی کی گئی ہے کہ ان کے ایک مرید نے خواب میں یوں کلمہ پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْرَفُ عَلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اور پھر اس نے بیداری کی حالت میں درود شریف اس طرح پڑھا ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِیْ ۔ اور خواب کی تعبیر بھی انہوں نے یہ بتائی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۔ اس پر اعتراض کا تجزیہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ۔

(۱) معاذ اللہ تعالیٰ مولانا تھانوی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔

(۲) اور صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا اور اس کو توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کی تلقین بھی نہ کی جب کہ قائل کافر تھا اور حضرت تھانوی اس کے کفر پر خوش اور راضی رہے اور انکار نہ کیا لہٰذا وہ بھی کافر ہوگئے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے ۔

(۳) ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ پر کیوں محمول کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی گئی ؟ مولوی محمد عمر صاحب نے اس واقعہ پر یہ سرخی قائم کی ہے ۔

"دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے ۔ (مقیاس حنفیت صفحہ ۱۹۲)

الجواب ! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے اس واقعہ کو خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اس ارادتمند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں اس کے بعد پھر کچھ عرض کریں ۔ وہ صاحب لکھتے ہیں کہ ۔

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں ۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم ، کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و بارک وسلم ، کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری ۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ، کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے باین خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ

لیث کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللّٰھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے۔ وجوہات ہیں جو حضور (یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

(الامداد صفحہ ۳۵ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ میں غلطی خواب میں ہوئی اور صاحب خواب اس پر خاصا پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زبان سے غلط کلمہ نکلتا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھتا ہے تو اس میں بھی صراحت سے وہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں۔ زبان قابو میں نہیں۔ اور پھر اس پر بھی وہ خوب رویا ہے اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں جن کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کرنا چاہیئے۔

پہلی بات: خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر خواب بڑا خوشنما اور مژدہ افزا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں خواب نہایت تاریک۔ اندوہناک، اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس کا باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوشکن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آجانے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی چچی حضرت ام الفضل

بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے (حلما منکرا) آپ نے فرمایا کہ وہ کیا خواب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت ہی سخت ہے (انہ شدید) آپ نے فرمایا کہ بتائیں تو سہی وہ کیا ہے حضرت ام الفضل نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میری لخت جگر بیٹی (سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۵۷۲ للعابیع)

ملاحظہ کیجئے کہ بظاہر کس قدر برا خواب تھا کہ خود حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے گھبرا رہی تھیں اور بتلانے پر بھی آمادہ نہ تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے مکرر استفسار پر انہوں نے آخر بیان ہی کر دیا، اور پھر جب آپ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی تو وہ کس قدر خوش کن اور خالص خوشخبری تھی۔

(ب) اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ یقیناً اس سے گھبرانے گا اور ضرور پریشان ہوگا۔ لیکن سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

احب القید واکرہ الغل والقید ثبات فی الدین۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۳۸ و مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۱، واللفظ لہ مستدرک ج ۴ صفحہ ۳۹۳)

میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں اور گردن کے طوق کو مکروہ سمجھتا ہوں بیڑیاں دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

اس میں بھی خواب کی صورت اور ظاہری پہلو دیکھئے کیا ہے؟ اور اس کے اندر جو حقیقت اور اس کی تعبیر ہے وہ کیا ہے؟

(ج) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا، العیاذ باللہ تعالیٰ، پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانہ میں حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم پاتے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا۔ اگر واقعی یہ خواب تم نے دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کی احادیث کی پیروی کروگے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی پوری کھود کرید کروگے۔ پس جس طرح ان کے استاد نے بیان کیا تھا یہ تعبیر حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی۔ (تعبیر الرؤیا کشوری ص۲۰)

اور مختلف الفاظ کے ساتھ یہ واقعہ تاریخ بغداد للخطیبؒ ج ۱۳ ص۳۳۵ طبع مصر اور الخیرات الحسان ص۱۲ طبع مصر و کتاب الانساب سمعانیؒ ورق ص۱۹۲ طبع مصر ومناقب کردری ج ۱ ص۳۳ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن اور مفتاح السعادۃ ج ۲ ص۸۳ طبع حیدر آباد دکن میں بھی موجود ہے۔ غور فرمائیں کہ اس خواب کی صورت کیا ہے؟ اور اس کی تہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وبارک وسلم کی احادیث کی پیروی اور فقہی رنگ میں علم دین کی خدمت جو زریں خدمت کی خوشخبری اور بشارت موجود ہے وہ کیا ہے؟

(د) تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید علیہ الرحمۃ کی بیوی بی بی زبیدہ علیہا الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ کثیر التعداد مخلوق جمع ہو کر سب باری باری اس سے مجامعت کرتی ہے۔ جب آنکھ کھلی تو وہ بے حد پریشان ہوئی، گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ تھی آخرکار جب اس خواب کی تعبیر بتلائی گئی تو معلوم ہوا کہ ان سے کوئی ایسا کام ہوگا جس سے بے شمار مخلوق فیضیاب ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس نے نہر زبیدہ کھدوائی جو عراق عرب کے ایک

بہت بڑے حصہ کو سیراب کرتی ہے اور ایام حج میں مشرق و مغرب کے مسلمان اس سے فیضیاب ہوتے ہیں جو اسی خواب کی تعبیر ہے۔ (مصنفہ بستان الاخیار ص۸۳ طبع جید برقی پریس دہلی)

(۵) امام الحسینؒ بن محمد الباوردیؒ فرماتے ہیں کہ میں شہر کاشان میں تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی وفات ہو گئی ہے۔ تو میں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی ایسا امام فوت ہو گا کہ اس زمانہ میں اس کی نظیر نہ ہو گی اور ایسے ہی خواب حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام ثوریؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی وفات کے وقت دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ شام سے پہلے ہی یہ خبر آگئی کہ شیخ الاسلام الحافظ ابو موسیٰ المدینیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۵۸۱ھ) وفات پا چکے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۶ للذہبیؒ)

یہ چند خواب ہم نے باحوالہ اس لئے نقل کئے ہیں تاکہ یہ بات بالکل آشکارا ہو جائے کہ بسا اوقات خواب کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ہوتا ہے اور اس کو وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و بصیرت کے ساتھ فن تعبیر کی باریکیوں اور مضمر نکات حل کرنے کی توفیق سے نوازا ہوتا ہے ہر کہ و مہ کی یہاں بات نہیں چلتی ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

دوسری بات خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

بالفرض اگر کسی سے بحالت نیند کلمات کفریہ سرزد ہوں تو اس پر کفر وارتداد کا کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا کیونکہ وہ شرعاً مرفوع القلم ہے اور نیند کی حالت میں ایسے کلمات صادر ہونے کی وجہ سے وہ مجرم نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ۔

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن المبتلى حتى يبرأ وعن الصبي حتى يكبر رواه ابو داؤد ۔ صحیح (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴)

تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی شرعی قانون کی رو سے محفوظ ہیں ، سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو ، اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو اور بچہ جب تک بڑا یعنی بالغ نہ ہو جائے ۔

اور سیدنا حضرت عمر اور سیدنا علی رضی اللہ تعالے عنہما کی روایت میں ہے ۔

رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب على عقله حتى يبرأ وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم رواه داؤد

تین شخص مرفوع القلم ہیں مجنون جس کی عقل پر جنون کا پردہ پڑا ہو حتیٰ کہ وہ تندرست نہ ہو جائے اور سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے ، اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے

(الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴)

اور ایک روایت میں آتا ہے سیدنا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا ۔

انه ليس في النوم تفريط ، انما التفريط في اليقظة ۔ ترمذی ج ۱ ص ۲۵ وقال حسن صحیح ۔

یعنی نیند کی حالت میں کوئی کوتاہی اور جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے ۔

اس قسم کی روایات کے پیش نظر حضرات فقہاء احناف کثر اللہ تعالے جماعتہم نے یہ قاعدہ اور ضابطہ اخذ کیا ہے کہ نیند کی حالت میں کوئی بات بھی کسی درجہ میں قابل اعتبار نہیں ہے نہ تو خواب میں اسلام لانا اور معاذ اللہ تعالے کفر و ارتداد معتبر ہے اور نہ نکاح و طلاق بلکہ حضرات فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نیند کی حالت کی بات پرندوں کی آواز سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۔ چنانچہ علامہ محمد امین بن عمر الشامی الحنفی رحمۃ اللہ تعالے علیہ ،

المتوفی سنہ ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں :

ولهذا لا يتصف بصدق ولا كذب ولا خبر ولا انشاء وتلغو التعبير وتبطل عبارات من الاسلام والردة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وكذب كالحان الطيور	اور اسی لئے سونے والے کا کلام صدق و کذب اور خبر و انشاء سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہوجانا، یا بیوی کو طلاق دینا وغیرہ، یہ سب لغو اور بے کار ہے نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے اور نہ انشاء اور نہ سچ اور نہ جھوٹ جیسے پرندوں کی آواز۔
اھ (شامی ج ۲ ص ۴۲۶ طبع مصر فی مطلب فی طلاق المدہوش)	

اور آگے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ومثله فی التلويح فهذا صريح فی ان كلام النائم لا يسمى كلاماً لغة ولا شرعا بمنزلة المهمل اهـ ايضاً	اور ایسا ہی تلویح میں ہے پس اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ نیند کی حالت کا کلام نہ لغۃً کلام ہے اور نہ شرعاً جیسے مہمل۔

حدیث اور فقہ کے ان صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ نیند اور خواب کی حالت کی بات پر کوئی فتوے صادر نہیں ہوسکتا جب مسئلہ کی حقیقت یہ ہے تو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ اس شخص پر کیسے فتوے لگاتے، اور کس طرح اس کو کافر اور مرتد قرار دیتے ؟

تیسری بات بیداری کی حالت میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر و ارتداد وغیرہ کا کوئی حکم اور فتوے نہیں لگاتی، قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الاٰية یعنی اے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھول یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۳ طبع مصر بحوالہ مسلم،

اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ تجاوز عن امتی الخطأ و النسیان وما استکرھوا علیہ ۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۴ رواہ ابن ماجہ ص ۱۴۷ والبیہقی ج ۷ ص ۳۵۶ والطحاوی ج ۲ ص ۵۶ والحاکم ج ۲ ص ۱۹۸ عن ابن عباس وصححہ و السیوطی فی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴ عن ثوبانؓ وقال صحیح،

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور نسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیا ہو کے مواخذہ سے درگزر فرمایا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خطا کی صورت میں اگر کفر وغیرہ کا کوئی کلمہ زبان سے نکل جائے تو اس پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے۔ سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی بے آب وگیاہ لق و دق میدان میں جا رہا ہو اور وہاں اس کی سواری کا اونٹ جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی لدا ہوا ہو، اس سے گم ہو جائے اور وہ ادھر ادھر تلاش کر کے اس سے ناامید ہو کر مرنے کے لئے کسی درخت کے سایہ میں آ لیٹے پھر اسی حال میں اس کی آنکھ بھی لگ جائے پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو وہ یہ دیکھے کہ اس کا اونٹ مع اپنے ساز و سامان کے اس کے پاس کھڑا ہوا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی میں یہ لفظ نکل جائیں

اللّٰھم انت عبدی وانا ربّک	اے پروردگار تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں ۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اخطأ من شدۃ الفرح کہ زیادہ خوشی کی وجہ سے اس کی زبان سے خطا سرزد ہوئی ۔

(مسلم ج ۲ ص۳۵۵ و مشکوٰۃ ج ۱ ص۲۰۳)

یعنی وہ بے چارہ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ اے میرے رب تو میرا آقا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں ، مگر کہہ الٹ گیا ، حالانکہ یہ شخص نہ تو دیوانہ ہے اور نہ اس پر غشی طاری ہے اور نہ نشہ میں مست ہے اور نہ سویا ہوا ہے ۔ بیداری کی حالت میں ہے مگر بے ساختہ اور بے اختیار اس کی زبان سے وہ کچھ نکل رہا ہے جس کو وہ چاہتا نہیں ، ارادہ کسی اور بات کے نکالنے کا ہے مگر نکلتی کچھ اور ہے ۔ حضرات فقہاء احناف ؒ نے خطا کی تعریف و تشریح اور حکم کے بارے میں خاصی تفصیل کی ہے ۔ چنانچہ امام حسن بن منصور المعروف بقاضی خان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ ۔

والخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ ۔	اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے ۔

(فتاویٰ قاضیخان ج ۴ ص۸۸۳ طبع نولکشور لکھنؤ)

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

الخاطی اذا جری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ بان کان ارادان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر	اور بہرحال خاطی کی زبان پر جب خطأً کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاً وہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا جو کفر نہیں لیکن خطأً اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاء

خطأ لم يكن ذالك كفرا عند الكل بخلاف الهازل لان الهازل يقول قصدا الا انه لا يريد حكمه . (ج ۲ ص ۳۱۵)

کرام کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا بخلاف دل لگی کرنے والے کے کیونکہ دل لگی کرنے والا کہتا تو اپنے قصد و اختیار سے ہے مگر اس کے حکم کا ارادہ نہیں کرتا ۔

اس عبارت میں خطا کی فقہی تعریف اور پھر اس پر جو فقہی حکم مرتب ہوتا ہے دونوں باتیں بصراحت آگئی ہیں مشہور محقق العلامہ الشیخ عبد العزیز بن احمد بن محمد علاؤ الدین البخاری الحنفی (المتوفی سنہ ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ ۔

فدل ان بالتکلم بکلمة الکفر فی حالة السکر لا یحکم بالردة کما لا یحکم بها فی حالة الخطأ و الجنون فلا تبین عنه امرأته ۔

سو اس سے ثابت ہوا کہ نشہ کی حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ایسا کلمہ نکل جانے کی وجہ سے ارتداد کا حکم نہیں لگایا جاتا سو اس کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر بائن نہ ہوگی ۔

کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام بزدوی ج ۴ ص ۳۵۵ طبع مصر)

علامہ شامی رقمطراز ہیں کہ ۔

ومن تکلم بها مخطأ او مکرهاً لا یکفر عند الکل (شامی)

جس شخص سے خطأ کلمہ کفر سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے کلمہ کفر کہلوایا تو سب کے نزدیک اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی ۔

اور ملا علی القاری لکھتے ہیں کہ ۔

بان الخاطئ اذا اجری علی لسانه کلمة

کہ خطأ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلا تو

الا الکفر خطاً لم یکن ذالک کفراً عند الکل (شرح فقہ اکبر ص۱۹۵ طبع کانپور)	سب کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا ۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر اور ارتداد کے لئے قصد اور ارادہ لازمی ہے اور خطاً وإکراہ میں قصد و ارادہ نہیں ہوتا اور جب کفر و ارتداد ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے قصد و ارادہ درکار ہے تو طلاق و عتاق وغیرہ کی طرح اس میں محض زبانی تلفظ ہی کفایت نہیں کرتا بخلاف ہزل اور تمسخر یعنی اور استہزاء کے کہ ان میں کلمہ کفر جو زبان سے نکلتا ہے اس میں متکلم کا قصد اور ارادہ شامل ہوتا ہے ہاں اگر وہ اس پر فتویٰ کفر لگنے کے فقہی اور شرعی حکم سے ناراض ہو تو اس کی عدم رضا سے حکم کفر نہیں ٹلتا ۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

و اما الهازل والمستهزئ اذا تکلم بالکفر استخفافا ومزاحا واستهزاء یکون کفرا عند الکل وان کان اعتقاده خلاف ذالک ۔ (ج ۳ ص۵۷۳ طبع نول کشور)	بہر حال دل لگی اور استہزاء کرنے والا جب کلمۂ کفر زبان سے نکالے محض اس کو ہلکا سمجھتے ہوئے اور مزاح و استہزاء کے طور پر اگرچہ اس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو تو بھی وہ تمام فقہائے کرامؒ کے نزدیک کافر ہو جائے گا ۔

حافظ محمد بن عبد الواحد ابن الہمام الحنفیؒ (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ

الردة تنبئ عن تبدل الاعتقاد ۔ (فتح القدیر ج ۴ ص۴۰۷ طبع مصر)	ردت کا لفظ ہی اعتقاد کی تبدیلی کو بتلا رہا ہے ۔

اور اسی فتح القدیر ج ۴ ص۴۰۷ میں لکھتے ہیں کہ

رکنها الاعتقاد ۔	ارتداد کا رکن ارتداد ہے ۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفیؒ (المتوفی ۷۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ ۔

ان الرکن فی الردة الاعتقاد ۔ (العنایہ ج ۴ ص۴۰۷ برحاشیہ فتح القدیر)

ارتداد کا رکن اعتقاد ہے یعنی بدعت میں اعتقاد کی تبدیلی کا دخل ہے اور بغیر اس کے ارتداد کا تحقق فقہی طور پر نہیں ہوسکتا۔

غرضیکہ خطا کی صورت میں انسان ایک حد تک مجبور ہوتا ہے اور اس حالت میں اس پر فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا۔ اور خود مولوی احمد رضا خان بریلوی کو بھی اس قاعدہ کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں رہا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جُدا ہیں

(ملفوظات حصہ اول ص۲۲ طبع آفسٹ پریس کراچی)

اب اس ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں، اور اس پر بعد میں روتا بھی ہے ایسے شخص کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کیوں کافر کہتے؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوئی؟ اور حضرت تھانوی کیوں کافر قرار پائے؟ جب کہ، خان صاحب بریلوی کا فتویٰ بھی احکام اضطراریہ میں وہی ہے جو حضرات فقہائے کرامؒ کا ہے کیا خوب ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کو خواب کی اس تعبیر پر اصرار بھی، نہیں ہے انہوں نے اپنی دانست کے مطابق اس خواب کی ایک تعبیر بیان فرما دی لیکن ساتھ ہی اپنے عدم اصرار کا تذکرہ بھی فرما دیا، چنانچہ وہ خود تصریح فرماتے ہیں کہ۔

باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب وسوسہ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہو پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دینا صرف ایک عبادت کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا۔ ملخصاً۔ (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص۳۵)

جس طرح حدیث کی تصحیح و تضعیف میں اجتہادی غلطی واقع ہو سکتی ہے اور جس طرح کسی نصی حکم میں مجتہد سے غلطی کا واقع ہونا ناممکن نہیں ہوتا اسی طرح خواب کی تعبیر میں بھی غلطی ہو سکتی ہے اور جس طرح پہلی صورتوں میں مخطی معذور ہے بلکہ بمضمون حدیث ماجور ہوتا ہے اسی طرح تیسری صورت میں بھی اس پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی ۔

چوتھی بات | حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں نبوت اور رسالت کے بے بنیاد دعوے کی بو تک موجود نہیں ہے بلکہ وہ صاحب خواب کو یہ تحریر فرما کر تسلی دیتے ہیں کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے لفظ متبع سنت لکھ کر یہ بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے صرف غلامی کی نسبت ہے اور آپ کی سنت پر چلنا اپنے لئے باعث نجات سمجھتا ہوں یہاں معاذ اللہ تعالیٰ، نبوت اور رسالت کے دعویٰ کا کیا سوال ؟ اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا یہی منہج ہے تو ہم ان کے مشکور ہوں گے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی ایسا ہی تکفیری فتوے نافذ کر کے اس کی اسی طرح تبلیغ و اشاعت کریں جس طرح کہ وہ حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابر علمائے دیوبند کے خلاف کرتے ہیں ۔ اور اگر نہیں کرتے تو بیّن طور پر وجہ فرق بیان کریں ۔

(۱) سلطان العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ نظام الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۷۲۵ھ ، نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک شخص مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں ارشاد فرماؤں تو اس کو بجا لاوے ، اس نے قبول کیا شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اچھا کلمہ کس طرح پڑھتے ہو ؟ اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ پڑھا آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شبلی رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ چونکہ یہ شخص عقیدہ میں راسخ تھا فوراً پڑھنے لگا ۔ لا الہ الا اللہ شبلی

رسول اللہ، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فوراً رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کے غلام سے خود کو منسوب کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں چہ جائیکہ ان کی برابری کا دعویٰ کروں یہ امر صرف تیری حسن عقیدت کے دریافت کے واسطے تھا۔

(فوائد الفوائد اردو ترجمہ صفحہ ۲۴)

اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت شبلی علیہ الرحمۃ اور ان کے عقیدت مند مرید اور حضرت، خواجہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے بلا انکار و تردید یہ واقعہ نقل فرمایا اور ان کے ملفوظات کے جمع کرنے والے حضرت امیر حسن علا سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے بلا نکیر یہ واقعہ ملفوظات میں درج کیا۔ کیا یہ سب کے سب حضرات کافر ہیں ؟ والعیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ کافر ہیں تو بریلوی حضرات نے ان کے کفر کی اشاعت کب کی، کس کتاب میں کی ؟ اور اگر نہیں کی تو کیوں نہیں کی ؟ اور ان کے خلاف یہ تکفیری محاذ کیوں قائم نہیں کیا ؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟ اور اگر یہ سبھی حضرات مسلمان ہیں تو وہ کس تاویل اور کس توجیہ سے مسلمان ہیں ؟ کیا یہ کلمہ کفر نہیں ہے ؟ آخر خدارا کچھ تو فرمائیں ؎

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(۲) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۶۳۳ھ) کی سوانح عمری مسمّٰی بہ انوار خواجہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے وہی شرط پیش کی جو حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مرید کے سامنے پیش کی تھی۔ اس شخص نے وہ شرط قبول کی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھو لا الٰہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ اس نے پہلے انکار کیا لیکن جب دیکھا کہ اس شرط کے بغیر بیعت محال ہے تو جبراً و قہراً اس نے لا الٰہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ پڑھا۔ اس کے بعد حضرت

خواجہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ محض تمہاری عقیدت مندی کا امتحان تھا، عقیدہ وہی رکھنا جو تمہارا تھا میں تو صرف آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کا ایک ادنیٰ غلام ہوں (ملخصہ ارشاد الخیار ص ۲۵۳)

بریلوی حضرات سے دریافت طلب یہ بات ہے کہ کیا ان کے نزدیک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کافر ہیں ؟ (العیاذ باللہ تعالٰے) اگر نہیں تو کس بنا پر الفاظ تو بظاہر کفریہ ہیں۔ پھر ان الفاظ کفریہ کے سرزد ہونے کے بعد ان کے نہ کافر ہونے کی کیا وجہ ہے ؟

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ ان حضرات نے عین بیداری میں محض امتحان لینے کی خاطر یہ ساری کاروائی اپنے قصد و اختیار سے کی ہے اور بایں ہمہ وہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اپنے اور اپنے سے بعد آنے والے دور میں وہ جلیل القدر اولیائے کرامؒ میں سمجھے جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے بریلوی حضرات کو صحیح سمجھ عطا فرمائے کہ وہ ہر چیز کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھ سکیں، اور ان کو تعصب و عناد اور ہٹ دھرمی سے بچائے تاکہ وہ محض دنیائے دنی کے دھندوں میں الجھ کر اپنی آخرت ہی برباد نہ کر بیٹھیں۔

اللہ تبارک وتعالٰے تمام مسلمانوں کو توحید و سنت کا گرویدہ اور اہل توحید اور اہل سنت کا صحیح معنے میں محب و شیدائی بنائے۔ اور اللہ تبارک وتعالٰے حق، اور حق کے ساتھ عداوت، دشمنی، اور عناد سے محفوظ رکھے، اور ہمیشہ حق والوں کا ساتھی بنائے اور ان کی معیت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ وخاتم انبیائہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وجمیع متبعیہ الیٰ یوم الحساب

احقر ابوالزاہد محمد سرفراز

خطیب جامع مسجد گکھڑ وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پاکستان

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء یوم السبت ۴ بجے عصر

جنت کے نظارے

یہ کتاب علامہ ابن قیم کی کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر صحیح احادیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اور جنت سے متعلق اس قدر معلومات دی گئی ہیں جو شاید ہی کسی اور کتاب میں مل سکیں۔

قیمت ۱۸۰ روپے

—••••●●●●●••••—

امام اعظم ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع

یہ کتاب علامہ کوثری مصری کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ ہے جس میں ان اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ پر نقل کئے ہیں۔

قیمت۔ ۱۴۰ روپے

—••••●●●●●••••—

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا مجذوبانہ واویلا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر تنقیدی انداز میں ایک کتاب جناب اثری صاحب نے لکھی جس کا نام انھوں نے مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں رکھا۔ اس کتاب میں اثری صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

قیمت۔ ۱۱۰ روپے

—••••●●●●●••••—

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے   بجواب آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے۔

جناب اثری صاحب نے ہماری کتاب مجذوبانہ واویلا کا جواب لکھا۔ یہ کتاب ان کے جواب کا جواب ہے۔ ان شاء اللہ العزیز عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

—••••●●●●●••••—

حمیدیہ ترجمہ و شرح اردو رشیدیہ

درس نظامی میں شامل فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ و آسان مختصر تشریح ہے۔

قیمت۔ ۵۵ روپے